



* بھیرہ (پاکستان) *

* * *

بابت ماہ شوال ۱۳۷۴ھ

مطابق ماہ جون ۱۹۵۵ء

• *

تحت ادارہ

غلام حسن | امیر حزب انصار بھیرہ | لین روپہ
مدیر مسئول | مولانا الحاج انصار احمد اکوئی | سالانہ چندہ
(پاکستان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
 حضرت مولانا الحاج مفتی محمد رضا بکری صاحب مدظلہ العالی
 ریسڈنٹ مولانا الحاج افتخار احمد صاحب مدظلہ العالی امیر حزب الانصار بھیرہ دیپنجاہ

سالانہ چندہ

عوام سے

طلبہ سے

سالانہ چندہ

معاذین سے

غیر مالک سے

منجانب

حزب الانصار بھیرہ

اللہ کے دین کے مددگاروں کا گروہ

اغراض و مقاصد (۱) اندرونی و بیرونی جموں سے اسلام کا تحفظ و اشاعت، اسلام (۲) اصلاح رسوم و اتباع شریعت اسلامیہ، احیاء و اشاعت علوم دینیہ۔
 طریق کار (۱) جریدہ شمس الاسلام کا اجراء (۲) دارالعلوم غزنیہ جامع مسجد بھیرہ جو اپنے مختلف شعبوں کے ذریعہ اسلام کی بہترین خدمت انجام دے رہا ہے (۳) مبلغین کے ذریعہ ملک کے طول و عرض میں اسلامی زندگی پیدا کی جا رہی ہے (۴) عظیم آستان سالانہ کانفرنس (۵) امیر حزب الانصار کا مبلغین کے ہمراہ سالانہ تبلیغی دورہ (۶) کتب خانہ (۷) جامع بھیرہ کی حرمت

جریدہ کے قواعد و ضوابط

(۱) رسالہ ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو یا ہندی وقت سے شائع ہوتا ہے۔ مضامین ہر ماہ کی دس تاریخ کو وصول ہونے چاہئیں۔
 مدیر کا مقصد ہر صاحبان کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔ (۲) ارکان حزب الانصار کے نام جریدہ مفت بھیجا جاتا ہے۔ چندہ و کیفیت کم از کم چار ماہ یا تین روپے سالانہ مقرر ہے۔ (۳) عام سالانہ چندہ شہر، معاذین سے ضرر طلبہ کے لئے مقرر ہے۔ نمونہ کار پرچہ ہر کے گھٹ وصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے۔ (۴) رسالہ ہر قاعدہ چار سال کے بعد بدلتا ہے۔
 ڈاک بھیجا جاتا ہے۔ بعض رسائل راستہ میں تلف ہو جاتے ہیں، ایسی صورت میں خریدار کی طرف سے ہفتہ کی ۲۵ تاریخ تک اطلاع وصول ہونے پر رسالہ دوبارہ بھیجا جاتا ہے۔ اطلاع نہ ملنے کی صورت میں دفتر ذمہ دار نہ ہوگا۔ (۵) جواب کے لئے جوابی کارڈ یا گھٹ آنا چاہئے۔ (۶) ہندوستان والے اپنا چندہ حاجی فضل الہی، عبدالحجید صاحبان کیشن ایجنٹس رش فاب مسجد مشریش ممبئی (ہندوستان) کو بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں (۷) بیرنگ ڈاک اور خطوط بیرنگ ہوں گے۔

جملہ خط و کتابت و ترسیل رسالہ غلام حسین ایڈیٹر فخر شمس السلام بھیرہ دیپنجاہ ہونی چاہئے۔

دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ رقم نوٹ کی علامت ہے۔ آئندہ ماہ کا رسالہ بذریعہ وی بی آر سال ہوگا جس کے اخراجات سے بچنے کے لئے بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجیں۔ خریداری منظور نمونہ اطلاع دیں۔ خدارا وی پی واپس فرما کر ایک اسلامی احاسے کو ناحق

نقصان نہ پہنچائیں خط و کتابت کرتے وقت خریداری غیر کا حوالہ ضرور دیں * (غلام حسین ایڈیٹر رسالہ شمس السلام)

سرخ نشان

<p>۴۸۶</p> <p>شمس</p> <p>الام</p> <p>بھیرہ</p>		<p>ماہنامہ</p>
<p>شمارہ ۶</p>	<p>شوال الحکم ۱۳۷۲ھ مطابق ماہ جون ۱۹۵۵ء</p>	<p>جلد ۲۶</p>

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	نمبر صفحہ
۱	بزم انصار	ادارہ	۴
۲	شذرات	"	۵
۳	رسائل و مسائل	"	۱۰
۴	منکرین حدیث کا ایک غلط استدلال	مولانا مفتی سید سیاح الدین صاحب کاکا خیل	۱۶
۵	یوپی میں مذہبی احساس بیدار ہو رہا ہے	"	۲۵
۶	دوسرے پول (انگلینڈ) سے ایک مکتوب	"	۳۱
۶	فضیلت صحابہ پر شہادت یزدانی	"	

باہتمام غلام حسین ایڈیٹر پرنٹر پبلشر ٹرائی برقی پریس سہرگودھا میں

چھپ کر دفتر جریدہ شمس الاسلام جامع مسجد بھیرہ شائع ہوا

بزم انصار و کیفیت کارکردگی خزانہ انصار

مولانا عظیم مسافر فاضل جامع غزنیہ بیرہ ہجکے ،
نشی ولانہ ، پشٹی گوٹ ڈیورہ مقامات کا دورہ
کیا ۔

درخواست در متدین اور غیر خواہان قوم سرخصوسی
درخواست کیجاتی ہے کہ اپنے شہر اور گونگے بیکس اور ملاقات
بچے ہو کر اپنی عمر عزیز کو ضائع کر رہے ہیں ، انکو دارالعلوم غزنیہ میں
اگر آپ چہ کو پھر ہمیں لاسکتے تو بدیہ پوسٹ کارڈ مطلع کریں تاکہ کسی
کارکن کو بھیجکے جو کو منگو لیا جاسکتے ۔

نشی فاضل ہشتی فاضل

مولوی فاضل اور نشی فاضل کی کلاسوں کا باقاعدہ
اجراء کر دیا گیا ہے ۔ شائقین حضرات جلد از جلد پہنچنے کی سعی
اضافہ در مذکورہ بالا کلاسوں کے اجراء کے باعث عملہ دارالعلوم
میں مولانا الحاج فضل کریم مناشی فاضل کا قابل قدر اضافہ کیا گیا ہے ۔

دارالعلوم غزنیہ بیرہ کے طلبہ کی نعمتیں چار ماہ
شمال کو ختم ہوگئی تھیں ۔ انہیں پانچ شے ان کو طلبہ اپنے
قیم کی ماضی اور طلبہ نے جدید کا داخلہ شروع ہوا
دارالعلوم غزنیہ کا داخلہ پچیس شمال تک
کھلا رہیگا ۔ طالبان علوم دینیہ
اس دوران میں داخلہ سکتے ہیں ۔ بیرونی
طلبہ کے سبق و طبق و قیام و طعام
کا مددہ کفیل ہوگا ۔

شعبہ تبلیغ !

مولانا محمد حسین صاحب فاضل امینہ
وہابی نے راجھیانوالہ ، شیخ والوک ، کوہلیاں
ڈھل ، جمادہ ، چاٹ ، تہی ، گامگا ، حضور
وغیرہ مقامات پر پیغام حق پہنچایا ۔

تفییض من الامام مہما
عہ فوا من الحق یقولون
سایما منا فاکتبنا مع
الشہدیت ۔
کیا گیا ہے تو آپ انکی تکمیل فرمائیے
سے تہی ہوئی دیکھیں اس سبب
کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ۔
وہ یوں کہتے ہیں کہ لے ہمارے
رب اب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ کہہ
لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں ۔

خوف الہی سے صحابہ کے دل لرز جاتے ہیں

اذا ان کہ اللہ وجبت
قلوبہم واذا اتممت
حکمہم ایا تہ زادتهم
ایمانا وحلی سر بہم
یتوکلون ۔
(سورۃ انفال)
اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے
تو ان کے قلوب لرز جاتے ہیں
اور جب ان پر آیات کی تلاوت
کی جاتی ہے تو یہ تلاوت انکی
ایمان کو زیادہ کرتی ہے ۔ اور
وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں

صحابہ کا اثار
والذین قبلوا الدار والایمان
من قبلہم یحبون من ہاجر
الیہم ولا یجدون فی صدورہم
حاجۃ مما ولوا ویؤثروا
علی انفسہم ولو کان ہم
خصاصۃ ومن یوق
شیخ انفسہ فاولئک ہم
المفلحون ۔
ان لوگوں کا بھی حق ہے جو دارالسلام
یعنی مدینہ میں ان مہاجرین کے آنے کے
قبل ہجرت کر چکے ہوں اور وہیں جو انکے پاس
ہجرت کر کے آئے اور اس پر لوگ محبت کرتے
ہیں ۔ اور مہاجرین کو جو کچھ تھا اس پر
انصار اپنے دلوں میں رشک نہیں پاتے
بلکہ اپنے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر
فاقہ ہی ہو ۔ اور جو شخص اپنے نفس
کے نخل سے محفوظ رکھا تاکہ ایسے ہی لوگ علاج پائیے ہیں ۔

قرآن کریم سے صحابہ کی اثر پذیریری

ولذا سجدوا ما انزل الی
رسول تری اعینہم
اور جب وہ اس کو سنتے ہیں
جو کچھ رسول اللہ کی طرف نازل

شذرات

(اداریہ)

بالکل غلط اور منزل مقصود سے ہٹنا کر کے کی بجائے اس اور بھی دورے جانے والے ہیں۔ جب سے موجودہ دنیا کی امامت و قیادت کا منصب یورپ نے اپنے ہاتھوں لیا ہے اس وقت سے اور بھی حالت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ اور یہ نکل مراد ہزاروں تدابیر شادابی کے باوجود تروتازہ اور سرسبز رہنے کی بجائے سوکھتی جا رہی ہے۔ اور اطمینان قلب ہر جگہ خفا ہے۔ جہاں تک مادی ترقیوں کا تعلق ہے۔ اس صدی میں انسان نے وہ ترقی کی کہ گذشتہ ہزاروں برس میں مجموعی طور سے اتنی نہ ہوئی تھی۔ لیکن دوسری طرف اس باطنی دولت سے محرومی اور تنہی دامنی بھی اس قدر بڑھ رہی ہے کہ اس عالم پر کے گذشتہ تمام ادوار میں اتنی نہ رہی ہوگی۔ اور اس کی اصل وجہ وہی ہے جس کو اقبال مرحوم نے کہا ہے کہ

دھونڈنے والا اشارہ کنجی گذر گیا ہوں کا

اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا !

تمام تر توجہ کائنات کی تسخیر اور اس سے استفادہ

اور مادی اسباب و وسائل کی فراہمی کی طرف ہے۔ لیکن

اپنے سینوں کو روشن کرنے، اپنے قلوب کی اصلاح اور

اپنے اعمال و اخلاق کی درستگی کی طرف کوئی توجہ نہیں

دی جاتی۔ اس کا ثبوت کے بائے میں اور خود انسان کے

بائے میں جو قصود و نظریہ مذہب پیش کیا تھا وہ رہا نہیں

بلکہ میکا ولی، مارکس اور ڈارون کے فلسفہ نے انسانی دماغ

راحت و سکون کا چشمہ ہم ہمیشہ کی طرح آج بھی انسان کے لئے اصل مسئلہ یہ ہے کہ اسے دل کا اطمینان اور سکون کہاں سے اور کیسے حاصل ہو۔ اور وہ کیا چیز ہے جس کے حصول کے بعد وہ اپنی زندگی آرام و راحت کے ساتھ گزار سکے۔ یہ افراد و قوم کی ساری دوڑ دھوپ، معاشی جدوجہد، سیاسی کشمکش، صنعتوں کی گرم بلاری اور تجارتی مقابلے کا زحمت کی طلب اور راحت کی تحقیقات، غرض اس دنیا کی یہ ساری ہنگامہ آرائی اس لئے ہے کہ ہر شخص اس "دولت" کو حاصل کرنا چاہتا ہے جس سے دل کی مراد پوری ہو، اور سینے میں یہ دھڑکتا ہوا گوشت کا یہ ٹوٹھرا سکون و اطمینان پائے۔ مگر تجربہ و مشاہدہ یہ ہے کہ جس قدر اس مطلوب چیز کی طلب ہو رہی ہے اسی قدر وہ نایاب ہوتی جا رہی ہے۔ ہر روز جس قدر اس کے حصول کے لئے اسباب و وسائل ہتھیائے جاتے اور جدوجہد کو تیز کر دیا جاتا ہے، اسی قدر وہ "مرغ ندین" ان شکاریوں کے ہاتھوں سے نکلتا اور دور ہوتا چلا جا رہا ہے۔ جس کسی کو بھی دیکھئے بے چین شبے آرام ہے۔ مال و دولت، ذرائع و وسائل اسباب رفاهیت کی بظاہر کوئی کمی نظر نہیں آتی۔ لیکن اندر سے تلاش کرو تو اس کا دل زخمی اور مضطرب نظر آنے لگے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ جس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے یہ کوشش کی جا رہی ہے اس کے حاصل کرنے کے لئے جو راستے تلاش کئے جا رہے ہیں۔ وہ

کو غلط رخ پر چلا کر اسے ایسا تراہ کر دیا ہے کہ اب دن بہ دن نئی نئی الجھنیں پیدا ہو رہی ہیں۔ اور اس کے پاس ان پیچیدگیوں کوئی حل نہیں ہوتا۔ اور یونہی پریشانیوں اور بے چینیوں کے نق و دق صحرائوں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ بھرپور ہے کہ جلد از جلد یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جائے کہ وہ کونسا مقام ہے جہاں سے ہم نے منزل مقصود تک پہنچا نیوالا اصل راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر قدم رکھا ہے۔ اور اس دوسرے راستہ پر چل کر ہم دن بہ دن اصل منزل مقصود سے اور بھی دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور امید کی کرن کی بجائے ظلمات بعضہا فوق بعض قسم کی تاریکیوں میں ٹھوکرین کھاتے اور زخمی ہوتے رہتے ہیں۔ اگر انسان کو اپنی غلط روی کا اداس غلط روش کے نقطہ آغاز کا پتہ چل گیا۔ اور اس نے سنبھلنے کی کوشش کی۔ اور واپس لوٹ کر اس راستہ پر گامزن شروع کی جو منزل مقصود سے ہٹنا کرنے والا ہے تو یہ اس کی ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ اور ہمیشہ سے انسانوں کو برکت و سعادت کے اس اقدام کی طرف رہنمائی اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے ان رسولوں نے کی ہے جو دنیا میں مبعوث اس لئے ہوتے ہیں کہ بھٹکنے والے مسافروں کو ماہ راست پر لگا کر تباہ و برباد ہونیوالی انسانیت کو تباہی سے بچاویں۔ اگر انبیاء و کرام علیہم السلام کی ان تعلیمات و ارشادات کو دلیل راہ بنا کر قدم اٹھایا جائے تو نہایت آسانی کے ساتھ سکون قلب کی وہ لازوال دولت مل جاتی ہے، جس کی تلاش میں تمام لوگ پریشان ہیں۔ اور پھر بھی طرح یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ راحت اور سکون قلب کا اصل سرچشمہ تو خداوند تعالیٰ کے ساتھ سچی اور صحیح عقیدت اور اس کی تباہی ہوئی ہدایات زندگی پر عمل کرنا ہے۔ مذہب سے بیزاری اور روحانی مسائل سے متفر

بعض خاص وجوہات کی بنا پر اصلاً تو یورپ میں پیدا ہوا۔ اور نئے نئے اعتراضات و ایجادات کے ساتھ ساتھ یہ بیماری وہاں بڑھتی رہی۔ اس بیماری کے برے اثرات اب وہاں انتہائی بے نیام اور خطرناک شکل میں نمایاں ہو چکے ہیں۔ اور اس زہریلے درخت کے کڑوے کیلے پھل اب وہاں کے لوگوں کے لئے ہر لحاظ سے سم قاتل ثابت ہو رہے ہیں اس لئے حالات کی نزاکت و خرابی کو محسوس کر کے ان میں سے بہت سے اہل عقل و فہم اب اس حقیقت پر غور کرنے لگے ہیں۔ جس سے وہ آج تک چشم پوشی کرتے رہے۔ اور جس کے انکار پر وہ مُصر تھے۔ اور پول (انگلینڈ) سے آیا ہوا ایک مکتوب اخبار تسنیم میں شائع ہوا ہے۔ درجہ شمس الاسلام کے اس شمارہ میں بھی شائع کیا جا رہا ہے اس خط سے اندازہ ہوتا ہے کہ اب یورپ میں مذہبی احساس بیدار ہو رہا ہے۔ اور وہاں کے سمجھ دار لوگ اب اس بات کو اچھی طرح سمجھ گئے ہیں کہ مذہب کے گلے پر چھری پھیر کر اور روحانیت کو پا مال کر کے انہوں نے ایک عظیم غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ ایشیا اور افریقہ کے تمام ملکوں میں بیماری وہاں سے اُگر پھیلی ہے۔ یہاں کی تو یہ اس بائے میں اہل یورپ کی شاگرد ہیں۔ ورنہ ایشیا تو ہمیشہ سے روحانیت کا مرکز رہا ہے۔ اور قرآن مجید کی قطعی شہادت کی رو سے مشرق وسطیٰ تو انسانیت کے حقیقی رہنماؤں یعنی انبیاء و کرام علیہم السلام کا مولد و مسکن رہا ہے۔ مگر وہاں کے باشندوں نے بھی اپنی بھری جھوٹی سے اس "اصل دولت" اور "مقدس کامل حیدر" کو چھینک کر یورپ کے چمکتے ہوئے پتیل کو سونا سمجھ لیا۔ اور اس کے حصول کے لئے اسی راہ پر گامزن ہوئے، جو ان خدا شناسوں نے اختیار کر دیا تھا۔۔۔۔۔ ان شاگردوں کو سمجھانے کے لئے

اس خط میں
معلوم ہو
یورپ و
ہیں۔ اور
ہے، کہ
وہ ہے۔

جس کا نام

کے ایک
مکتوب

کی مقبول
جلد میں فر
نے اس

ہے۔ اور
کے انسا

کے اسباب

افانین
کی دعو

کیا ہے
اور اس

مفسد
کے ہر

میں حقنا

اس خط میں سے کچھ اقتباس پیش کیا جاتا ہے۔ تاکہ ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ جس مقام کو وہ چھوڑے جا رہے ہیں۔ یورپ و امریکہ کے وہ امام اسی کی طرف لوٹ کر آنا چاہتے ہیں۔ اور متواتر تجربوں اور ٹھوکروں کے بعد ان کا فیصلہ یہ ہے کہ ہم نے غلطی کی تھی۔ زندگی کی اصل شاہراہ تو وہ ہے جسے مذہب و اخلاق کہا جاتا ہے۔

مکتوب نگار لکھتا ہے :-

ابھی ابھی امریکہ سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔

جس کا نام *The Power of Positive Thinking* ہے۔

اس کتاب کے مصنف سابق امریکی وزارت داخلہ کے ایک رکن اور امریکی *Power of Positive Thinking* تحریک کے بانی ہیں۔ اس کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ سبلی ہی اشاعت میں اسکی ۶۰۰۰۰۰ جلدیں فروخت ہو چکی ہیں۔ انگلینڈ کے اخبار ڈیلی ایکسپریس نے اس کتاب کو اپنی روزانہ اشاعتوں میں قسط وار شائع کیا ہے۔ اس میں مصنف نے نفسیاتی حیثیت سے زمانہ حاضر کے انسان کی امن و راحت سے خالی زندگی اور اس کے افشار کے اسباب کا تفصیلی جائزہ لے کر نہایت پر امن اور مطمئن انداز میں لوگوں کو مذہب اور اسکی تعلیم کی طرف متوجہ ہونے کی دعوت دی ہے۔ اور قوی اور زور دار دلائل سے ثابت کیا ہے کہ راحت اور سکون کا سرچشمہ خدا کے ساتھ عقیدہ اور اس کی باتی ہوئی ہدایات زندگی پر عمل کرنا ہے۔ ساتھ ساتھ مصنف نے وہ سادہ و سہل ہدایات اور عملی اصول بیان کئے ہیں جن کو اختیار کرنے سے ایک شخص اپنی زندگی میں حقیقی اندرونی امن و راحت حاصل کر سکتا ہے۔ یہ تحریک انگلینڈ میں بھی آہستہ آہستہ جماعتی شکل

اختیار کر رہی ہے۔ ۱۹۴۵ء میں اس کے ایک مشہور نوجوان امریکی رکن بلی گراہم نے یہاں آکر لندن میں ہائیڈ پارک میں کئی ہزار پرستش لوگوں کے ایک اجتماع کو خطاب کیا۔ اور حال ہی میں اُس نے پھر بہت سے مقامات پر تقریریں کیں۔ اس اقتباس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جماعت استاد یورپ نے پھر مذہب و روحانیت کی ضرورت محسوس کی ہے۔ اور وہ بہت بڑی تیزی کے ساتھ راہ راست کی طرف پھر لوٹ کر آنا چاہتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ طمانیت قلب کی دولت صرف مذہب ہی سے مل سکتی ہے۔ اب یہ بات کہ مذاہب عالم میں سے کونسا مذہب ان درد مندوں کا حقیقی علاج اور سکون و راحت کا کامیاب ذریعہ ہے۔ ابھی خاص طور سے زیر بحث نہیں آیا۔ اس موقع پر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مقدس مذہب اسلام کے جو نمائندے اس دور میں موجود ہیں اور پھر خاص کر وہ جن سے یورپ و امریکہ کو شب و روز واسطہ پڑتا ہے وہ خود عملی زندگی میں اسلام سے اتنے دور نکل چکے ہیں کہ کسی حیثیت سے بھی اسلام کی خوبیوں کو ایک زندہ حقیقت کی طرح نمایاں نہیں کر سکتے۔ ورنہ اگر ہم میں اسلامی تعلیمات کے معیار سے نمونے موجود ہوتے اور ہم زبانی تبلیغ اور کتابی مضامین و مقالات کی بجائے وہ عملی نمونے یورپ و امریکہ کے سامنے پیش کر دیتے تو ان کو پھر مذہب عالم میں سے مذہب اسلام کو اپنے لئے منتخب کرنے میں کوئی دشواری نہ ہوتی۔ اور وہ اسی آب زلال کو اپنی پیاس بجھانے کا ذریعہ سمجھ کر دیوانہ وار لپکتے اور قبول کرتے۔ کسی کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ اس زمانہ میں دنیا کی توہین امن و سلامتی اور کامیابی زندگی کی تلاش میں پریشان پھر رہی ہیں۔ اور کسی شاہراہ کی تلاش میں ہیں۔ اور وہ کتابوں میں اسلام پڑھ کر چاہتے گنتی

ہیں کہ یہی مذہب اسلام قبول کر کے اپنے مقصد کو حاصل کریں۔ مگر جب وہ ساتھ ہی ساتھ یہ دیکھتی ہیں کہ اس صفحہ زمین پر کروڑوں کی تعداد میں اسی مذہب کے نام لیو مسلمان موجود ہیں۔ اور ہر حیثیت سے گے ہوئے اور ذلیل و خوار ہیں تو وہ سمجھنے لگتی ہیں کہ شاید اسلام بھی محض دل خوش کن نظریہ ہی ہے۔ اس کو اپنایا نہیں جاسکتا۔ اور اسلام قبول کرنے کے بعد زندگی خوشگوار نہ ہوگی۔ بلکہ ان مسلمانوں کی طرح حریف دلت و نجست سے دوچار ہونا پڑیگا۔ اس لئے وہ اسلام قبول کرنے کا ارادہ متروک کر دیتی ہیں۔ گویا ہمارا وجود تبلیغِ اُتاحتِ اسلام کے لئے ایک مستقل رکاوٹ ہے۔

خدا کو ہے کہ ہم مسلمان اپنے منصب و مقام کو پہچان لیں۔ خدا پرستی کی ماہ پرگازن ہونے میں تمام اقوام عالم کی امامت و قیادت ہمارا اصل کام تھا۔ مگر امامت و قیادت تو ہم کیا کرتے ہم نے خود اس راہ پر چلنا چھوڑ دیا ہے۔ اب بھی ہوش آجائے تو ہم اللہ تعالیٰ کے اس دیلئے رحمت سے دنیا کو سیراب کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو حلفِ مسلمان بننے کی توفیق دے۔

ہماری پیشانیوں کا اصولی علاج :-

قرآن مجید کو ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب یقین کرتے ہیں۔ اور اس کی ہر ہر آیت کا ماتا اور اسکی صداقت پر یقین رکھنا جزو ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس مقدس کتاب میں جاہ جاپنے ایک قافن اور مضابطے کا ذکر فرمایا ہے۔ کہ جب کوئی قوم اور امت اللہ سے بندگی کا حمد کر کے اور اس کے دین پر چلنے کا اقرار کر کے نافرمانی اور عداوت کی زندگی اختیار کر لیتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم سے گر جاتی ہے اور لعنت کی مستحق ہو جاتی ہے۔ پھر جب اس پر برے حالات آتے ہیں تو اللہ اس کی مدد نہیں کرتا۔ قرآن شریف میں بنی اسرائیل

پر غضب اور لعنت کا جہاں جہاں ذکر آتا ہے۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
فَبِمَا نَقْضُہُمْ مِثْقَاقِہُمْ
لَعْنًا ہُمْ
اسے ان کو اپنی رحمت محروم کر دیا۔
دوسری جگہ ارشاد ہے :-

الَّذِينَ يَقْضُونَ عَهْدَہُمْ
لِللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مِثْقَاقِہُمْ
وَلَيَقْطَعُونَ مَا
اَمْرَ اللّٰہِ بِہِ اَنْ
یُوصَلَ فِیْ سُلْطٰنٍ
فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ
لَهُمُ اللَّعْنَةُ
لَهُمْ سُوْعُ الدِّیْنِ
جو لوگ اللہ سے کیا ہوا عہد
اللہ من بعد ميثاقہ
اور اللہ نے جن تعلقات کو جوڑنے
کا حکم دیا ہے ان کو قطع کرتے۔
ہیں۔ اور زمین میں (بہ علی اور
سرکشی سے) فساد پھیلاتے ہیں۔
ان کیلئے لعنت ہے اور ان کے
واسطے برا ٹھکانا ہے۔

اور سورۃ بقرہ کے نوں، دسویں رکوع میں ذکر فرمایا گیا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل کو یہ یہ احکام دیئے تھے۔ انہوں نے ان میں سے اکثر کی نافرمانی کی اور صرف ایک حکم پر عمل کیا۔ پھر اللہ کے احکام کے ساتھ بنی اسرائیل کا یہ طرز عمل بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا گیا ہے :-
فَمَا جَزَاؤُہُمْ فِیْ فِعْلٍ
ذٰلِکَ مِنْکُمْ الْاٰخِرِی
فِی الْحَیْوۃِ الدُّنْیَا
یَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَرَدُّونَ
اِلَیْہِ اَشَدَّ الْعَذَابِ
وَمَا لَیْسَ بِاللّٰہِ بَاغِلٌ
تَعْمَلُوْنَ
پس جو لوگ تم میں سے ایسا کریں
گے ان کی جزا اس کے سوا کچھ
نہوگی کہ دنیا کی زندگی میں رسوا
ہوں اور قیامت کے دن سخت
عذاب میں ڈالے جائیں۔ اور اللہ
تعالیٰ اعمال سے بیخبر اور غافل
نہیں ہے۔

موجودہ دور میں مسلمان ہر ملک میں کروڑوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود طرح طرح کی رسوائیوں اور نمتِ نئی

<p>معیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا ہیں۔ مسلمانوں کے جو مالک آزاد کلائے جاتے ہیں اور انکی حکومتیں بنی ہوئی ہیں وہاں پر بھی حالت کچھ ایسی پریشان کن ہے کہ غلام ملکوں سے وہ زیادہ بدتر ہیں۔ ہر جگہ دو سروں کے سہاروں پر جی رہے ہیں۔ اور بیروں کے ہاتھوں ان کی جان و آبرو کی نیلامی ہو رہی ہے۔</p>	<p>مستی و یو ست کل ذی فضل فضلہ۔ (سورہ ہود: کوع ۱)</p>	<p>کی اچھی زندگی دیگا۔ اور اچھی طرح اس کو برتنے کا موقع دیگا ایک مقررہ مدت تک اور جو خاص نفس کے مستحق ہوں گے ان کو خاص فضل سے نواز دیگا۔</p>
<p>اقتصادی اور سیاسی امداد کے دامن میں پھنسے جاسے ہیں۔ اور عینا دان فرنگ کے بستہ قراک نچیر ہیں۔ ظاہر بین اور سطحی اسباب کے تاروں میں الجھنے والی نگاہوں والے ان حالات کی جو بھی تشخیص کریں اور جو بھی اسباب و وجوہ متعین کریں۔ لیکن جو وہ پریشانیوں اور معیبتوں پر غور کرتے وقت دیکھ بھیرتہ والا روشن ضمیر ضروری فیصلہ کرے گا۔ کہ اس کا اصلی اور حقیقی سبب ہماری نافرمانی اور عدم شگنی والی زندگی ہے۔ جو ہم ہر رنگ میں حدیوں سے اختیار کئے ہوئے ہیں۔ اور جب اصل سبب مرض یہ ہے تو ان مشکلوں اور معیبتوں سے نکلنے اور نجات حاصل کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ ہم اس طرز زندگی کو چھوڑنے کا فیصلہ کریں۔ اس تک کی بد اعمالیوں اور نافرمانیوں کی اللہ سے معافی چاہیں اور آئندہ کے لئے اطاعت اور فرماں برداری کا عہد کریں۔ قرآن پاک میں صاف صاف وعدہ فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی قوم اس طرح استغفار اور توبہ کر کے اپنے معاملہ کو اللہ سے درست کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کو اس دنیا میں بھی عزت اور اطمینان والی زندگی مرحمت فرمائیں گے۔ سورہ ہود کے بالکل شروع میں ارشاد ہے:</p>	<p>ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لا یحتسب</p>	<p>ایک دوسری جگہ فرمایا گیا ہے:</p> <p>اور جو لوگ اللہ سے ڈریں اور تقویٰ کی زندگی اختیار کریں اللہ ان کے لئے مشکلوں اور معیبتوں سے نکلنے کی راہیں پیدا کرے گا۔ اور ان کو ایسے طریقوں سے رزق دیگا جو ان کے گمان میں بھی نہ ہوں گے۔</p>
<p>اس دنیا میں بھی عزت اور اطمینان والی زندگی مرحمت فرمائیں گے۔ سورہ ہود کے بالکل شروع میں ارشاد ہے:</p> <p>وان استغفروا منکم ثم تولوا الیہ یمتعکم مماتاً حسناً الی اجل</p>	<p>ان تصحروا اللہ ینصركم و یمیتکم اقدامکم۔</p>	<p>ایک اور آیت میں فرمایا گیا ہے:</p> <p>اگر تم اللہ کے دین کی مدد کر گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تمہارے پاؤں جما دے گا۔</p>
<p>اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اپنے پروردگار سے توبہ کر کے رجوع ہو جاؤ اسکی طرف۔ وہ تم کو دنیا</p>	<p>اور فرمایا:</p> <p>ان ینصركم اللہ فلما غالبکم (آل عمران)</p>	<p>اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا تو پھر کوئی بھی تم پر غالب نہیں آسکتا۔</p>

احشاء و مسائل

سوال ہر ایک وہ مسئلہ کہتا ہے کہ پیش ایک کتاب میں
ایک عبارت کیجی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر روزہ
کی حالت میں خلق کے اندر گروہ خیار، کبھی اور دھواں غل
ہوا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس بناء پر سگرٹ اور حقہ پینے
سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ وہ بھی تو صرف دھواں
ہی اندر سے جاتا ہے۔ تو کیا اس کا مسئلہ درست ہے یا
نہی کسی عبارت کے مطلب سمجھنے میں غلطی ہوئی ہو؟
الجواب ہر سگرٹ اور حقہ پینے سے ہوتا روزہ ٹوٹ
جاتا ہے۔ آپ کے دو مسئلہ کا قول بالکل غلط اور تصریح
فقہاء کرام کے خلاف ہے۔ اس نے یا تو کسی کتاب میں
آدھی عبارت دیکھ لی ہے۔ اور صحیح مطلب سمجھے بغیر
مفتی بننے کی کوشش کی ہے۔ یا محض فقہ پھیلائے
کے لئے جان بوجھ کر اس نے عبارت کی آدھی کو لکھ کر غلط
یقینہ صنفیہ گزشتہ در اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی قوم اور کوئی
جاعت اللہ کے دین کی مدد میں لگ جائے تو ہفتہ ضرور اس کی مدد کرے گا
اور اس کے حالات ایسے کرے گا کہ اس کے پاؤں اکھڑنے نہ پائیں گے۔
پس اگر اللہ در سوال کا ان باتوں پر یقین ہے کہ اعتقاد
و توبہ اور تقویٰ والی زندگی اور اللہ کے دین کی خدمت میں
لگ جانے سے ہماری مشکلیں حل ہو سکتی ہیں۔ اور
ہماری موبیتیں دور ہو سکتی ہیں۔ اور ہمارے لئے
روزی کے دو دانے کھل سکتے ہیں۔ اور اللہ کی مدد ہم
کو حاصل ہو سکتی ہے، تو پھر ہم بڑے بد نصیب
ہوں گے اگر اس کا فیصلہ نہ کریں۔ اور پوری قوم کو اس
راہ پر لگانے کی کوشش نہ کریں۔

راستہ پر گناہ شروع کر دیا ہے مسئلہ کی اصل حقیقت یہ ہے
کہ فقہاء کرام نے کہا ہے اور داخل حلقہ خیار اور
اور بابت اور دخان) ولو ذاکم الاستحساناً لعدم
امکان التجرع عنہ ومفادہ انہ لو ادخل حلقہ
الدخان افطر ائتی دخان کان ولو عوداً او عنبراً
لو ذاکم الامکان التجرع عنہ فلیقتبہ لہ کما بسطہ
الشیخ نبیلہ (د مختار پر ہاشمی شامی مہری ج ۲ ص ۲۰۸)
اس پر جو عبارت سے ماخذ معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء
کرام نے یہ کہا ہے کہ اگر بلا قصد و ارادہ کہیں خیار اور
دھواں خلق کے اندر چلا گیا تو اگرچہ قیاس کا تقاضا تو
یہ ہے کہ اس صورت میں بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ لیکن
چونکہ یہ کام بلا قصد ہوتا ہے۔ اور اس سے بچنا بالکل ناممکن
سی بات ہے۔ کیونکہ اگر گروہ خیار اور دھواں کے وقت
وہ منہ بند کرے تو پھر ناک کے راستہ سے داخل ہوگا۔
تو استحساناً حکم یہ دیا گیا ہے کہ بلا قصد اگر داخل ہوا تو
روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ لیکن اگر کوئی خود دھواں قصداً
داخل کرے (لو ادخل حلقہ الدخان) تو پھر روزہ
ٹوٹ جائیگا۔ چنانچہ علامہ شامی نے اس عبارت
کی جو مزید تشریح و توضیح کی ہے۔ اس سے تو سگرٹ
اور حقہ کا مسئلہ اور بھی صاف طور سے حل ہو جاتا ہے۔
اپنے دوست کو یہ عبارت بھی دکھا دیجیے۔ یہ قولہ اندر
لو ادخل حلقہ الدخان) اسی باقی حدود کی کاتب
الادخال حقہ لو تجش جنوساً فأوالہ فی لفظہ و
اشتمل فی کمالہ الصوم افطر لا مکان التجرع عنہ

ولهذا ما يغفل عنه كثير من الناس ولا يتوهم
انه كشمس الوساو وما سلكه والمسالك لو قدموا
بين هواء تطيب بریح المسك وشبهه ودين
جوهر دخان وصل الى جوهر فحللوا
به علم حكم شارب الدخان - ونظيره الشرع لاني
في شرحه على الوهابية بقوله -

و يمنع من بيع الدخان وشربه
وشا سبكه في الصوم لاشك في
وميلز التكفير لوطن ما فعا
كذا اذا شهورا بطن فقرا

اس عبارت کی رو سے تو نہ صرف یہ کہ روزہ ٹوٹ جاتا
ہے بلکہ شوق و رغبت کے ساتھ پیئے جانے پر گزارہ بھی لازم

سوال در مندرجہ ذیل دو مسئلوں کے بارے میں کہتے ہیں

(۱) ایک عورت حائضہ تھی۔ لہذا اس نے روزہ نہیں کھا۔
قریباً گیارہ بجے وہ پاک ہو گئی۔ اب تک اس نے کچھ کھایا
یا نہیں۔ اگر وہ اب روزہ کی نیت کرے تو روزہ ہو جائیگا
یا اب نیت نہیں کر سکتی۔ اگر اب روزہ نہیں ہو سکتا۔ تو اس
دن کے روزہ کی قضا وہ کرے گی یا نہیں۔ اور اس دن کچھ
کھاپی سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) ایک عورت نے نیت کر کے رمضان شریف میں
روزہ رکھا تھا۔ نماز ظہر کے بعد وہ حائضہ ہوئی۔ کیا وہ اسی
حالت میں روزہ پورا کر لے گی، یا اس کا روزہ نہیں رہا۔ اور وہ
اب کھاپی سکتی ہے یا نہیں۔ اور اس دن کا روزہ قضا کر لے گی
یا نہیں؟

الجواب: ہر دو عورت جو ابتداء سے حیض کی
وجہ سے روزہ رکھنے کی اہل نہ تھیں تو اب وہ روزہ نہیں رکھ

سکتی۔ اس دن کے روزہ کی قضا وہ بعد میں کر لے گی۔ ہاں
شرعاً اس کے لئے اب یہ واجب ہے کہ خواہ جمع سے کچھ
کھاپیا ہو یا کچھ کھایا یا نہ ہو پاک ہو جانے کے بعد شام
تک وہ کھانے پینے سے رکے۔ اور یہ تشبیہ اختیار کر کے کچھ نہ
کھانا نہ پینا ضروری ہے۔ تمام حضرات فقہاء کرام سے یہ

مسئلہ ایسا ہی کھل سکتا ہے۔ ہم یہاں عنا یہ شرح ہدایہ کی
مفصل عبارت پیش کرتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے کھا
سے وہ واذا قد مالسا فہا او طہرانت الحائضون في
النهار امسكا بقية يومهما اور پھر آگے بار حنفیہ کی
طرف سے اس مسئلہ کی دلیل یہ دی ہے: ہر ائمہ وجوب رای
الامسالك بقية النهار قضاء لحق الوقت لا خلفا
لانہ وقت معظم۔ صاحب عنا یہ نے اس پر شرح

کرتے ہوئے لکھا ہے: ہر قدر قبل من الاصل الجامع

لہذا لا القصر و کلامہ کا تری لیشیر الی اختیار

وجوب الامسالك الخ (برہان مشرغ القدیر ج ۲ مصری)

اور اس سے صاحب عنا یہ نے وہ اصل جامع ان الفاظ میں

ذکر کر دیا ہے۔ ہدایہ کی عبارت سے ہے: واذا بلغ الصبی

او مسلم النکاح فی رمضان امسکا بقية يومهما

قضاء لحق الوقت بالتشبه۔ اس پر عنا یہ میں کھایا

والاصل فی ہذا ان کل من صار فی آخر النهار

بصفة لو كان علیہا فی اولہ لزمت الصوم فحلیہ

الامسالك كالحائض والنفساء يطهران بعد طلوع

الفجر او صحر والجنون یفقی والمریض یدبر والساقر

یقن مر بعد الزوال والاکل والفطر حملا او خطا اور

مکرمہا او اکل یوم مشکاک ثم تبین انہ منہ

من رمضان او غطر علی ظن غموب الشمس او

تستحب علی ظن عدم طلوع الفجر والا بخلافہ۔ ومن
 لم یکن کذلک لم یجب علیہ الامساک کما فی
 حالة الحيض والنفاس۔ ثم وجوب الامساك
 انما هو علی قول بعض المشائخ وهو اختيار المصنف
 علی ما یبدى کما عند قولہ اذا قدم للسافر او طهرت
 الحائض وقال الشيخ الامام المصنف المصنف انہ علی
 الايجاب لان محمداً رجع الله تعالى ذکراً فی کتاب
 الصوم فليصم بقية يومه والا امر للوجوب وقال
 فی الحائض اذا طهرت فی بعض النهار فلتدع
 الاکل والشرب وهذا امر ایضاً وقال بعضهم هو
 علی الاستحباب ذکراً لا محمداً بن شجاع لا یؤمر
 بفطر فكيف یجب علیہ الکف عن المفطرات
 وقال ابو حنیفة رحمہ اللہ فی الحائض طهرت فی
 بعض النهار لا یحسن لہا ان تاكل وتشرب و
 الناس صیام واجب عن الثانی بان هذا
 الامساك ليس علی جهة الصوم حتی یبنا فی
 الافطار المتقدم وانما هو قضاء لحق الوقت
 بالتشبه ومعنی قول ابو حنیفة لا یحسن لہا یقیم
 منہا وترک القبیح شرکاً من الواجبات دعایہ
 برامش فتح القدير ج ۲ مصری ص ۹۰۔ علامہ ابن ہمام
 نے بھی یوں مضمون ذکر کیا ہے۔ والصحیح الوجوب
 اور حضرت امام اعظمؒ کے قول کی تشریح کے سلسلہ میں انہوں
 نے تحریر فرمایا ہے، وقول الامام لا یحسن تعلیل
 للوجوب ای لا یحسن بل یقع وقد صرح بہ
 فی بعضها فقال فی السافر اذا قام بعد الزوال ان
 استقیم ان یاکل ويشرب والناس صیام وهو
 مقیم فبین ما ادل بعد ما الاستحسان ولانہ

الموافق لللیل وهو ما ثبت من امرہ علیہ
 الصلوۃ والسلام بالامساك عن اكل فی یوم حاشوراء
 حین کان واجباً۔ (فتح القدير ج ۲ ص ۵۵ مصری) اور ایسا
 ہی در مختار اور شامی ج ۲ ص ۲۰۸ میں تفصیل سے لکھا ہے۔
 (۲) حیض منافی صوم ہے۔ لہذا حیض آجانے سے وہ
 روزہ باقی نہیں رہتا۔ باقی میں ہے، ولو حافظت للمرأة
 ونفسست بعد طلوع الفجر فسد صومها لان الحيض
 والنفاس منافیان للصوم لما فاتهما اهلیۃ الصوم
 شرعاً بخلاف القیاس باجماع الصحابة رضی اللہ
 عنہم علی ما یبنا فی ما تقدم (ج ۲ ص ۹۰)۔ جب اس
 دن وہ روزہ نہیں رکھ سکتی اور حیض کی وجہ سے وہ معذور
 ہوگئی، بعد میں اس روزے کی قضا کر لیگی۔ اب شام تک
 وہ کچھ کھا پی سکتی ہے یا نہیں؟ اس بات سے میں فقہاء کرام
 کا مسلک یہ ہے کہ اس پر واجب اور ضروری نہیں کہ وہ
 کھانے پینے سے رک جائے۔ چاہے تو کھا پی سکتی ہے۔ شرعاً
 اسے اجازت ہے۔ اگر وہ خود اپنی مرضی سے نہیں کھاتی پیتی
 یا دوسروں کے روزہ رکھتے ہوئے اسے خود کھانے پینے سے
 شرم آتی ہو تو وہ ایک دوسری بات ہے۔ شرعاً اس پر کوئی
 وجوب نہیں رہا۔ ہدایہ میں ہے، بخلاف الحائض و
 النفساء والمریض والمساقر حیث لا یجب علیہم حال
 قیام لہذا لا اعذارہم للتحقق المانع عن التشبه حسب
 تحقیقہ عن الصوم۔ اور اس مضمون کی ایک عبارت
 صاحب حنائی کی گار علی ہے جو خط کشیدہ ہے ومن لم
 یکن کذلک فی الاثر اس کے علاوہ ہدایہ کی مندرجہ بالا عبارت کی
 شرح میں وہ لکھتا ہے۔ لا یجب علیہم الامساك لاعتق
 المانع عنہ وهو قیام لہذا لا اعذارہم فانہا کما تمنع
 عن الصوم تمنع عن التشبه بہ اما فی الحائض و

النفساء فلان الصوم عليهما حرام والتشبه بالحرام
حرام الخ۔ دہامش فتح القدیر مصری ج ۲ ص ۲۷۱ و فی
الشامی ص ۱۰۸ و اجمعوا علی انه لا یجب علی الخائض
والنفساء۔

سوال : ہر ایک عورت کو ماہر نے ایک دوا تجویز کی ہے
جس کو روٹی کے ذریعہ فم رحم میں رکھنا ضروری ہے۔ تو کیا
ایسی حالت میں جب کہ دوا سے ترکی ہوئی وہ روٹی اندر
رکھی ہوئی ہو اس کا روزہ روہ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر روزہ
نہیں روہ سکتا تو کسی ایسی حالت میں جب کہ وہ اپنے علاج کے
سلسلہ میں وہ اس دوا کے استعمال پر مجبور ہو۔ اور اس کے
بغیر مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ لاحق ہو تو کیا اس کیلئے
روزہ نہ رکھنے کی شرعاً رخصت ہے یا نہیں ؟

الجواب : ہر صورت میں درجہ بالا میں جب کہ تر دوا
فم رحم میں عفتو کے داخلی حصہ میں پہنچائی جاتی ہے۔ تو
فقہاء کرام کے بیان کردہ قواعد و بعض جزئیات کے مطابق
روزہ باقی نہیں روہ سکتا۔ فی الدسما المختار داو داخل
اصبعہ الیابستہ فیہ، ای فی دیرۃ او فرجھا ولو
مبتلة فسد ولو ادخلت قطنۃ ان غابت فسد وان
بقي طرفھا فی فرجھا الخارج لا اہ دہامش شامی ص ۱۰۸
و فی موضع اخر (او قطر فی احلیل) ماء او دھننا
وان وصل الی الثانیۃ علی الذہب واما فی قبلھا
ففسد اجماعاً لانہ کالحقنۃ۔ علامہ شامی نے لکھا
ہے : قلت الاقرب التلخیص بان الدبر والفرج
الداخل من الجوف اذ لا حاجز بینھما و بینھما
فی حکمہ والفم والالف وان لم یکن بینھما و بین
الجوف حاجز الا ان الشايع اعتبرھما فی الصوم من
الخارج و لهذا بخلاف قصبة الذکر فان الثانیۃ لا

منفذ لھا علی قولھا و علی قول ابی یوسف وان کان
لھا منفذ الی الجوف الا ان للنفساء الآخر المتصل بالقصبة
منطبق لا یفتح الا عند خروج البول فلم یعط القصبة
حکم الجوف تامل (شامی بیہد ثانی ص ۱۰۸ و مصری)

(۲) اگر تجربہ سے یا کسی متقی اور سمجھدار طبیب یا دایہ کے
بتلائے سے یہ معلوم ہو کہ اگر وہ روزہ رکھے اور علاج نہ کرے
تو بیماری بڑھ جائیگی۔ تو ایسی صورت میں شرعاً اس کے لئے
روزہ نہ رکھنے اور علاج جاری رکھنے کی رخصت ہے۔ ہاں یہ
ضروری ہے کہ تندرست ہونے کے بعد وہ روزوں کی
قضا کر دے، بے پرہیزی نہ کرتے۔ فن کان منکم
مريضاً و علی صفی فعدۃ من ایام اخر ارشاد باری
تعالیٰ ہے۔ اور اسی آیت کی تشریح کے طور پر فقہاء کرام نے
لکھا ہے : ولما یضخاف الزیادۃ لمرضہ و صحیح
خاف المرض الفطریوم العذر وقضوا لزوماً ما
قد سوا بلا غلۃ یتلذذ (دہمخار برہامش شامی ج ۲ ص ۱۱۸)
سوال : اگر کتنی عرصے بچے کو روزہ رکھنا ضروری ہے
اگر بچہ روزہ رکھنے سے کمزور ہوتا ہو تو کیا والدین اسے روزہ
رکھنے سے روک سکتے ہیں یا نہیں ؟

الجواب : ہر بچہ ابھی بالغ نہ ہوا ہو اس پر رمضان
شریف کے روزے رکھنا فرض نہیں۔ فرضیت تو اس
وقت ہوتی ہے جب کہ لڑکا بالغ ہو جائے۔ اور بلوغ
عمر کی کسی خاص حد پر موقوف نہیں۔ مختلف جسم و
صحت اور طبیعت کے بچے مختلف عمر میں بالغ ہو جاتا
کرتے ہیں۔ ویسے کم از کم بارہ برس اور زیادہ سے زیادہ
پندرہ برس کی عمر کا اندازہ لڑکوں کے لئے اور کم از کم نو
برس اور زیادہ سے زیادہ بارہ برس کا اندازہ لڑکیوں کے
لئے کیا جاتا ہے۔ فی الشامی، و لیس البلوغ والافاقۃ

من شروط الصحة لصحتهم (الصوم) بل ونها كما
فكره نعم هما من شروط وجوب رمضان
رج ۲ مثله وقال العلامة ملك العلماء الكاشاني
في البدائع ومنها (ومن شرائط وجوب الصوم
البلوغ فلا يجب صوم رمضان على الصبي و
ان كان حاقلاً حتى لا يلزمه القضاء بعد البلوغ
لقول النبي صلى الله عليه وسلم سافر القلم
عن ثلاث عن الصبي حتى يحتلم وعن الجنون
حتى يفيق وعن النائم حتى يستيقظ ولا ي
الصبي لضعف بنيه وقصور عقله واشتغاله
باللهو واللعب يشق عليه تفهم الخطاب واداء
الصوم فامسقط الشرع عنه الجاهات نظراً لانه اذا
لم يجب عليه الصوم في حال الصبا لا يلزمه
القضاء لما بينا انه لا يلزمه لمكان الحرج لان صلاة
الصبا مديونة فكان في ايجاب القضاء عليه بعد
البلوغ حرج (بدائع الصنائع جلد ۲ مشتمل)

ہاں نابالغ بچہ اگر روزہ رکھے تو چونکہ بلوغ صحتہ ادا
صوم کی شرائط میں نہیں لہذا اس کا روزہ نفلی طور پر ہو جائے
ہے اور نابالغ بچہ پر روزہ واجب نہ ہونے کے باوجود
فقہاء کرام نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ سات برس کے بعد
والدین یا دوسرے رشتہ دار بچے کو روزہ رکھنے کی تاکید کریں
اور اگر اسے روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس سے روزہ
رکھوائیں اور دس برس کے بعد تو طاقت ہونے کے
باوجود روزہ نہ رکھنے پر غامض تبلیغ کر دیا کریں اور اس کا
مقصد یہ ہوتا ہے کہ قبل از بلوغ اسے عادی بنایا جائے
تاکہ بالغ ہو جانے کے بعد جب روزہ رکھنا واجب ہو تو
یکدم مہینہ بھر تک روزہ رکھنا اس کے لئے دشوار نہ ہو۔

درختار میں ہے۔ ویومہ الصبی اذا طاقہ ویفطر
علیہ ابن عشر کالصلوة فی الاصح اس پر علامہ
شامی نے لکھا ہے کہ ای یا عمرہ ولیمہ او وصیہ
والظاہر منہ الوجوب وکن ایضاً عن المتکلمات
لیألف الخیر ویترك الشر (وقوله اذا طاقه)
قال ط وقد سبغ و المشاهدة فی صبیان زماناً
عدم اطاعتهم الصوم فی هذا السن انه قلت
یختلف ذلك باختلاف الجسم واختلاف الوقت
صيفاً وشتاءً والظاہر انه یومر بفسر الاطاعة
اذ لم یطوق جمیع الشہر (وقوله یفطر) ای یطی
لا بخشبة ولا یجاءوز الثلاث كما قبل بہ فی الصلوة
الخ (شامی ج ۲ مثلاً)

ہاں اگر بچہ کو روزہ رکھنے سے کمزوری یا عیاری لاحق
ہو تو ہو تو پھر والدین کو جائز ہے کہ روزہ رکھنے سے اسے
روک دیں۔ فقط

سوال : ہر بچہ جو قریباً گیارہ بارہ برس کی عمر کا ہو اذان
سنے سکتا ہے یا نہیں اور اگر اس نے اذان دی ہو تو اس
کا احادہ کرنا چاہئے یا نہیں ؟

انجواب : ہر بہتر تو یہ ہے کہ اذان سننے والا بالغ ہو۔
اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بچوں کی بہ نسبت بالغ مرد تمام
آداب اذان کا پورا پورا لحاظ رکھیں گے۔ نیز بچوں کی اذان
کو شاید کہ سننے والے بچے کی اذان سمجھ کر کچھ اہمیت نہ دیں۔
اور جاہلۃً فی الصلوة میں کسی واقع ہو۔ بالیق میں ہے :
وکن اذان للصبی العاقل وان کان جائزاً حتی لا تعداد
ذکرہ فی ظاہر الروایۃ لحصول المقصود وهو
الاعلام لکن اذان المبالغ افضل لانه فی مراحۃ
للجمۃ ابلیغ وسہوی البویوسف عن ابی حنیفۃ انه

قال انما لان يؤذن من لم يحتلم لان الناس لا يعتادوا
بإذانه (بالتحجۃ ص ۱۸)

ان حضرات ائمہ کرام نے بچے کی اذان کو خلاف اذان
قرائینہ کی وجہ بیان کی ہے۔ اگر کسی خاص صورت میں
یہ وجوہات نہ پائی جاتی ہوں تو پھر تو بلا شک و شبہ جائز
ہے۔ یعنی بچہ آداب اذان کا پورا پورا لحاظ رکھے، خوش آواز
اور صحیح کلمات پڑھنے والا ہو، لوگ اس کی اذان کو سکر یہ
یقین کرتے ہوں کہ یہ اذان غار کے لئے صحت ہے اور
لوگ اجابت بھی کریں۔ دوبارہ اذان دینے کی ضرورت
نہیں۔ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ حتیٰ لاقادکما کافی
ظاہر الہامیۃ لشمس المصنوع وھو الاسلام۔ حفظ
سوال۔ ہر میں مال گزر جانے کے بعد رمضان شریف
میں اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کیا کرتا ہوں۔ کچھ رقم میری ایسی ہر
کہ وہ مختلف دوستوں کو بطور قرض دی ہے۔ تو کیا میں
اس رقم کی زکوٰۃ بھی ادا کر دوں یا وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ شمار
ہوگی؟

الجواب: اگر دوستوں کو دی ہوئی رقم بطور قرض دی
ہے۔ یعنی نقد روپیہ ان کو دینے ہے۔ اور وہ پھر ادا کریں گے۔
وہ منکر نہیں۔ یا آپ کے پاس ثبوت موجود ہے تو اس صورت
میں آپ جو نگہ اس رقم کے بھی شرعاً مالک ہیں۔ تو اس پر بھی
زکوٰۃ واجب ہے۔ لیکن قرض کی رقم پر جو زکوٰۃ واجب ہو
جاتی ہے اس کی ادائیگی فوراً آپ پر لازم نہیں۔ بلکہ جب
وہ مال وصول ہوتا ہے تو آپ وصول شدہ رقم میں سے
چالیسواں حصہ فی سال کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرتے رہیں۔
پھر جب کچھ رقم اور وصول ہو جائے تو اس کا چالیسواں حصہ
بطور زکوٰۃ فی سال کے حساب سے ادا کرتے رہیں۔ ہم مثال
بگھساتے ہیں۔ ایک شخص پر آپ کا قرضہ ایک ہزار روپیہ ہے

۱۰ ہزار نقد آپ کے پاس موجود ہے۔ اس سال رمضان
شریف میں آپ زکوٰۃ ادا کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ آپ فیسے
تو تین ہزار کے مالک ہیں۔ لیکن لائق تو یہ ہے کہ آپ وہ ہزار
میں سے اس کی زکوٰۃ چالیسواں حصہ تو ابھی ادا کر دیں۔ اور قرضہ
کی رقم ایک ہزار کی زکوٰۃ یوں واجب تو ہو گئی، لیکن فوراً
ادائیگی واجب نہیں۔ ویسے آپ چاہیں تو اس کا حصہ ۲۵
روپیہ زکوٰۃ دیکر معاطہ ہے باقی اور مالک میں تو دوسرا
بات ہے۔ شرعاً آپ پر ۲۵ روپیہ کا ادا کرنا اب ضروری
نہیں۔ اب مثلاً ذوالحجہ میں آپ کو اس میں سے پانچ سو
روپیہ مل گئے۔ اب آپ اس کا حصہ ساڑھے بارہ روپیہ
فوراً ادا کر دیں۔ اور باقی پانچ سو روپیہ کا حصہ ابھی
باقی ہے۔ ربیع الثانی میں آپ کو اس میں سے وہ سو
روپیہ اور مل گیا۔ تو آپ اس کا حصہ پانچ روپیہ پھر ادا
کر دیں۔ اور تین سو کا حصہ ابھی باقی ہے۔ حتیٰ کہ پھر
رمضان شریف آیا۔ جو نقد رقم آپ کے پاس تھی اسکی
زکوٰۃ آپ دیں گے۔ اور تین سو روپیہ کی زکوٰۃ پھر ملوگی
ہو گئی۔ محرم میں وہ تین سو روپیہ وصول ہو گئے۔ تو
اب آپ اس سے وہ سالوں کی زکوٰۃ ادا کریں گے۔ یعنی

ساڑھے سات روپیہ ایک سال کی زکوٰۃ دیں۔ اور باقی
ماندہ ۲۶۲/۵ رقم کا چالیسواں حصہ سات روپیہ پانچ
آنہ ادا کر دیں۔ ادا کر تیسرا مال گزارا ادا کر دیا تو پھر اس
طرح تین سالوں کی زکوٰۃ ادا کریں۔ فی البدیہۃ اما
دالیت (القوی) فھو وجب بذلّا عن مال التجارۃ
کمن عرض التجارۃ (الی ان قال) ولا خلاف فی
وجوب الزکوٰۃ فیہ الا انہ لا یجاء طبع باء و شئی من
زکوٰۃ ماضی مالہ یقبض اربعین دسہا و کلمہ
قبض اربعین دسہا ادی دسہا واحدا وھذا

منکرین حدیث کا ایک غلط استدلال

(محترم مولانا سید ستیاح الدین صاحب کا مافیہ)

ایک صاحب نے لکھا ہے :-

”منکرین حدیث میں سے ایک شخص سے میرا طواف ہے۔ اور کبھی کبھی طاقات ہو جاتی ہے۔ دوران گفتگو میں وہ حجیت حدیث کی بحث بھی شروع کر دیتا ہے۔ میں اپنے علم کی مددک اس کے شبہات کا جواب دیدیتا ہوں۔ اور الحمد للہ کہ آج تک میں کسی مسئلہ میں ہارا نہیں۔ بلکہ اکثر اسے لا جواب ہونا پڑتا ہے۔ اس کے معلومات بھی بالکل سطحی اور خیالی ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اسے ہمہ دانی کا زعم ہے۔ بعض دفعہ بالکل غلط اور غلاف واقعہ باتیں پوری بروت و بے باکی کے ساتھ اور کامل جزم و یقین کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ جس سے مجھے طبعی کوفت بھی ہوتی ہے اور غصہ بھی آ جاتا ہے۔ لیکن میں غصہ میں آپے سے باہر نہیں ہوتا۔ اور معقول طریقہ سے سمجھانے کی کوشش

تقریب صفحہ گذشتہ :- راہی یوسف و محمد کما قبض شہدا
یودی زکوۃ قل المقبوض اوکثر (ج ۲ ص ۸) وقال فیه
وذكر الکرمی ان هذا العالم یکن له مال سوی الدین
فاما اذا کان له مال سوی الدین فاما قبض منه فهو
بما نزلہ المستفاد فیخیم الی ما عند لا والله اھم (بانی
ج ۲ ص ۸) (فی الفقہ علی المذاہب الاسراعیۃ

قول الخفیۃ) ویجوز حولان الحول فی الدین المقوی
من وقت طالع الانصاب لامن وقت القبض (ج ۱ ص ۹۴)

شامی وغیرہ میں بھی ایسا ہی ذکر ہے۔ فقط +

(۱) کرتا ہوں۔ وہ خود تو بہت کم اپنی غلطی کا اعتراف کرتا، یا میری بات کو تسلیم کرتا ہے۔ البتہ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ حاضرین مجلس پر میرے رویہ اور دلائل کا اچھا اثر پڑتا ہے۔ اور اسے اس لئے شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔ کہ دوسروں کے سامنے اس کا سارا مقدمہ کھڑا اور بے دلیل ثابت ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں اسکی اپنی علمی استعداد بالکل نہیں۔ صرف برق و پرویز کی کتابیں اور مضامین پڑھنا اور رٹنا رہتا ہے۔ اور وہاں سے جو حوالہ دیکھ لیتا ہے، پھر آگے گفتگو میں وہ اس طرز سے بیان کرتا ہے جیسا کہ خود اس نے اصل کتاب کو مطالعہ کیا ہے۔ اور اس میں اس نے یہ اعتراض ڈھونڈ نکالا ہے۔ چنانچہ پرسوں اس سے گفتگو ہوئی۔ اس نے فوراً ہی کہہ دیا :-

”میں بخاری میں مذکور ہے کہ جب وہاں سے پہلے حضور پر نور نے فرمایا کہ قلم دوآ لے آؤ میں تمہیں ایک ایسی چیز لکھ کر دے گا کہ میرے بعد تمہاری گراہی کچھ بھی امکان باقی نہ رہے۔ تو حضرت عمرؓ نے فوراً فرمایا، ہمیں کسی تحریر کی ضرورت نہیں۔ حسب کتاب اللہ۔ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امامہؓ نے قرآن مجید کے سوا کسی دوسری کتاب اور دوسری

تحریر کو دین میں حجت نہیں مانتے تھے اس لیے
فرمایا یہ ارشاد فرمایا۔ پس حضرت سرحدیث
کو دین میں کسی طرح بھی حجت تسلیم نہیں کرتے؟

اور پھر کہا کہ اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت
میں ان کا طرز و تعامل بھی یہ رہا ہے۔ چنانچہ ایک روایت نقل
کر دی۔ کہ امام ذہبیؒ کی کتاب تذکرۃ الحفاظ صلا پر
لکھا ہے، کہ قرظہ بن کعب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم عراق
کو روانہ ہوئے۔ حضرت فاروقؓ مقام حرا تک ہمارے
ساتھ آئے۔ وہاں غزا دلی۔ اور پھر فرمایا کہ دیکھو میں تم
کو ایک ضروری بات سمجھانے کے لئے مدینہ سے نکل کر
یہاں تک آیا ہوں۔ اس کو خدا خور سے سنو۔ اور وہ بات
یہ ہے، کہ تم جس ملک عراق کی طرف جاؤ گے وہاں
کے لوگوں کی آوازیں شہد کی مکھیوں کی جھنجھناہٹ کی طرح
قرآن مجید پڑھنے میں بلند ہو رہی ہیں۔ خدا کے لئے انہیں
اعادیت میں لگا کر قرآن مجید سے دور نہ پھینکیو۔

دیکھئے! اس روایت میں حضرت عمرؓ کا تاکید حکم
یہ ہے کہ لوگوں کو صرف قرآن مجید کے پڑھنے پڑھانے
میں لگائے رکھو۔ احادیث میں ان کو بالکل مشغول نہ کرو۔
اور اس کی وجہ یہی ہے کہ قرآن مجید تو دین کی کتاب ہے اور
احادیث دین میں حجت نہیں۔ بلکہ ان میں مشغولیت قرآن
مجید سے ہٹانے والی اور دور کر نیوالی ہے۔

میں نے اپنے علم کے مطابق اُس کے ان دونوں
روایتوں کا جواب دیدیا۔ اور شیعہ دور کر دینے کی کوشش کی
لیکن میں پھر بھی ضرورت سمجھتا ہوں کہ آپ مفصل جواب
دیں۔ اگر آپ کا جواب میرے جواب کے مطابق ہی ہوا تو
مجھے پوری تسلی ہو جائیگی۔ اور اطمینان حاصل ہوگا۔ ورنہ
میں صحیح جواب جان لوں گا۔ اور آئندہ کے لئے اسی کے

مطابق گفتگو کروں گا۔

انجواب :- آپ کے منکر حدیث متعارف نے جو کچھ ذکر
کیا ہے۔ یہ اُس نے غلام جیلانی "برق" کی کتاب "دو اسلام"
سے اخذ کیا ہے۔ جیسا کہ آپ نے لکھا ہے۔ آپ کے اس دست
لئے نہ تو خود بخاری دیکھی ہے، اور نہ "تذکرۃ الحفاظ"
کی کبھی زبیرت کی ہے۔ برق صاحب نے جو کچھ لکھا اس پر
سوچے اور اس کا وزن کئے بغیر آپ کے سامنے نہ کیا ہے۔
میں چاہتا ہوں کہ اس بارے میں آپ کو ذات تفصیل کے ساتھ
عرض کروں۔ خدا کے کہ آپ میرے ان معلومات کو ذرا اور
بھی اچھے انداز بیان کے ساتھ اس دور سے گواہ بننے کی سعی
کریں۔ تاکہ اگر اسے غلط فہمی ہوئی ہو تو وہ دور ہو جائے۔
ہاں اگر محض ضد و عناد ہے تو اس کا تو کوئی علاج نہیں۔
عام لوگ جو برق درویش کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ ایک حد تک
قابلِ رحم بھی ہیں۔ کیونکہ ان بچاروں کا نہ اپنا علم ہوتا ہے،
نہ وہ اصل کتابوں کو سمجھتے ہیں، اور اتنی ہمت کر سکتے ہیں
کہ اصل مانع تلاش کر کے پوری حقیقت کو سمجھنے کی کوشش
کریں۔ اس لئے والد جات اور عبارات میں حسبِ خواہش
قطع و برید کر کے جو کچھ ان کے سامنے وہ پیش کرتے ہیں، یہ
اسے مان جاتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی غور نہیں کرتے کہ جو کچھ
عبارتوں کی گئی ہے، آیا اس سے دلالت وہ نتیجہ بھی
نکلتا ہے یا نہیں جو یہ چالاک لوگ نکال کر سامنے لاتے ہیں۔
اور نادانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔

پہلی روایت کے بارے میں الزامی جواب کے طور پر
اُس سے یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ آپ کے پاس اس کی کیا
دلیل ہے یہ بخاری کی حدیث قرطاس صحیح ہے۔ اور یہ حسبنا
کتاب اللہ حضرت فاروقؓ کا قول ہے۔ جیسا کہ منکرین
حدیث کا نظریہ ہے۔ کوئی دوسرا شخص بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ امام

کی حیثیت تو محض تاریخ کی ہے۔ اور تاریخ میں غلط باتیں بھی ہو سکتی ہیں اور صحیح بھی۔ اور بخاری میں کبھی ہوتی تاریخ کی یہ بات غلط ہے۔ اور وہ شخص اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں ہی کہے گا، کہ چونکہ اس حدیث کا یہ سارا مضمون قرآن مجید کے خلاف ہے اس لئے قابل تسلیم نہیں۔ جب قرآن مجید میں صاف و صریح ارشاد بار بار موجود ہے اطيعوا اللہ واطيعوا الرسول تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ حضرت عمرؓ کو رسول اللہ حکم فرمائیں کہ قلم دوات لے آؤ، اور وہ حکم رسول کی اطاعت اور تعمیل ارشاد کی بجائے نافرمان بن کر اڑ جائے اور کہے کہ ہم نہیں لاتے۔ اور برقی کے الفاظ میں مطلب یہ کہ ایسی احادیث سن کر انہیں نہ کیجئے۔ یعنی مذہب کے معاملے میں حضرت فاروق سرور کا تئنا کی دہرائی قرآن ہے۔ خود فرمائیے کہ اس حدیث نے حضور پر نور کی منزلت کو کتنا کم کر دیا کہ ان کا ایک طفل مکتب ان کو سیدھا راستہ دکھا رہا ہے۔ (دو اسلام صفحہ ۵)

قرآن مجید میں تو حکم یہ دیا گیا کہ مَا كَانُ لِمَنْ مِنْ دِلْمَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ اَمْرًا اَنْ يَكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔ کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کے لئے یہ گنجائش ہی نہیں کہ جب اللہ و اللہ کا رسول کوئی حکم دے کہ ایسا کیا جائے، کہ پھر ان کے لئے اپنے اس کام میں اپنا کوئی اختیار بھی باقی رہ سکے۔ اب جس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو مومن کامل تھے رسول اللہ کا حکم سن لیا۔ اور پھر بلا چون و چرا اس کی تعمیل کرنے کی بجائے اپنی رائے پیش کر دی۔ اور اپنا اختیار چلانا چاہا، تو اس حدیث کو ہم قرآن مجید کی مخالفت کی بنا پر رد کر دیں گے۔ بلکہ یہ کہیں گے کہ یہ روایت غالباً رافضیوں نے اس لئے گھڑی ہوئی تاکہ وہ یہ ثابت کر دیں

کہ حضرت عمرؓ خود رائے سے کام لیتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و امر کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ اور یہ کہنا جیسا کہ برقی صاحب نے لکھا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ رسول کریم صلعم اپنے ساتھیوں کے ایمان کا امتحان لے رہے ہوں۔ (دو اسلام صفحہ ۳)۔ اس لئے غلط ہے کہ اس کا تو یہ ہوا کہ وفات کے ان آخری ایام تک رسول اللہ کو اپنے ان ساتھیوں خصوصاً حضرت عمرؓ کے ایمان کامل اور دین کو اچھی طرح سمجھنے کا یقین نہیں تھا۔ اور وہ یہ امتحان لینا چاہتے تھے کہ ان کا ایمان کیسا ہے۔ یہ تو صحابہ کرام کے ہاں میں اور بھی بدظنی پھیلانا اور ان کے ایمان تک کو محدود و محدود قرار دینا ہے۔ اگر روایت کی یہی توجیہ کی جائے پھر تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایت مراسر شیعہ کی بنائی ہوئی ہے۔ اور صحیح نہیں۔ تعجب ہوتا ہے کہ ایک طرف تو منکرین حدیث ذخیرہ احادیث کو ناقابل اعتبار قرار دیتے ہیں۔ اور دوسری طرف ان کو جب کوئی روایت ایسی مل جاتی جس سے وہ لوگ اپنی تاویل و توجیہ کے مطابق انکار حدیث کے لئے کام لے سکتے ہیں تو فوراً اسی روایت کو صحیح اور اصح اور مطابق عقل و فہم اور نہ جانے کیا کیا القاب دے کر پیش کر دیتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ یہ ہم نے علمی کارنامہ کر دکھایا۔ اگر یہ روایت اسی معنی کے لحاظ سے صحیح ہے جو برقی صاحب نے لکھا ہے کہ قرآن مجید سوا کسی کتاب کی ضرورت نہیں، تو خود امام بخاری نے قرآن مجید کے سوا اتنی بڑی کتاب کیوں لکھی۔ وہ تو اپنے عمل سے حضرت عمرؓ کے اس قول کی (بخاری میں برقی) تردید کر رہے ہیں۔ اور جب کسی راوی کا اپنا عمل روایت کے خلاف ہو تو اس روایت کی کیا وقعت رہ سکتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ جس کتاب اللہ دبر برقی کی توجیہ و تاویل کی بنا پر درست ہے۔ تب بھی غلط ہے۔

اس لئے کہ یہ کتاب اللہ کا جملہ نہیں۔ کتاب اللہ سے باہر وہ کٹر کتاب میں نقل کردہ جملہ ہے۔ گویا منطقوں کی زبان میں اس کا صدق مستلزم ہے اس کے کذب کے لئے۔ تو ایک ایسی روایت اور ایک ایسے جملہ سے منکرینِ حدیث استدلال کر سکتے ہیں۔

اور تحقیقی جواب یہ ہے۔ کہ بخاری شریف کی یہ روایت بالکل صحیح ہے۔ مگر سنت رسول اللہ کے دین میں حجت ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ ہی درپیش نہیں۔ اس وقت اس باب سے میں گفتگو نہیں ہو رہی تھی۔ سنت رسول اللہ کے باب سے میں تو خود قرآن مجید میں معاف و مترشح احکام دیئے گئے تھے۔ خود رسول اللہ نے بار بار اس کی اہمیت کے باب سے تاکید کی تھی۔ اور وفات سے تھوڑے دنوں پہلے آپ نے جو امت کو تاکید و وصیت کی تھی۔ اس میں یہ ارشاد فرمایا تھا: "انی ترکت فیکم امرین لدن تفضلوا ماتمسکتم بہما کتاب اللہ وسنتہ رسولہ" میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک تم ان دونوں کو مفسدوٹی کے ساتھ نہ تھوڑے گراہ نہ ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور دوسری اللہ کے رسول کی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں غالباً یہ ارادہ فرمایا کہ بعض احکام کے باب سے میں خصوصاً تاکید کروں۔ اور لکھ کر ان کے حوالہ کر دوں۔ حضرت فاروق اعظم جو مزاج شناس نبوت اور دانائے راز تھے۔ انہوں نے سمجھ لیا کہ جن باتوں کی اہمیت ہم پر واضح کر رہے کیلئے

آپ اس شدتِ مرض کی حالت میں تکلیف برداشت کر کے لکھوانا چاہتے ہیں، وہ کتاب اللہ میں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ اس لئے قرآن مجید پر ایمان محکم رکھتے ہوئے اس کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی، کہ آپ جیسا کہ حالت میں اس قدر تکلیف اٹھائیں اور لکھوانے کا اہتمام فرمائیں۔ بلکہ ان باتوں کو کتاب اللہ سے ہم سمجھ کر خود ہی عمل پیرا ہو گئے۔ حسب کتاب اللہ۔ اللہ کی کتاب کا ہم میں موجود ہونا اور اس پر ہمارا اعتقاد کامل رکھنا ہی کافی ہے۔ روایات میں موجود ہے کہ آپ نے بوقت وفات آخری کلمات یہ ارشاد فرمائے تھے: "الصلاۃ وما ملکت ایمانکم" اے مسلمانو! نماز کا خاص اہتمام کیا کرو اور اپنے مملوک غلاموں کے حقوق کا پورا پورا خیال رکھو۔ ہو سکتا ہے کہ قلم و دوات منگوانے کے لئے آپ نے اس لئے حکم دیا ہو کہ نماز کی خاص پابندی کرنے کے باب سے میں آپ مسلمانوں کو وصیت کرنا چاہتے تھے۔ حضرت فاروق اعظمؓ انماذ سے سمجھ گئے کہ آپ کا مقصد نماز ہی کے بارے میں لکھوانا ہے۔ اور سوچا کہ سینکڑوں مرتبہ نماز کی اہمیت قرآن مجید میں موجود ہے۔ جو شخص قرآن مجید پر صحیح ایمان رکھتا ہو اس کے لئے قرآن مجید میں نماز کے حکم کا یہی تاکید کے ساتھ موجود ہونا اس کو متم بانشان سمجھنے کے لئے کافی ہے۔ اور آپ نے حسب کتاب اللہ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے اور دوسرے مسلمانوں کی طرف سے اطمینان دلادیا کہ اس مقصد کے حصول کے لئے جمائے پاس

۱۵ یہ جو کچھ لکھا گیا، محض لازمی طور پر کہا جاسکتا ہے۔ اور برقِ صا حسب اس روایت سے جو مطلب اخذ کرتے ہیں اس کے اعتبار سے یہ ساری تقریر کی گئی۔ ورنہ ہم سمجھتے ہیں کہ روایت بالکل صحیح ہے۔ اور اس قول کا مطلب نہ رسول اللہ کے ارشاد کی مخالفت ہے، اور نہ اس کا یہ مطلب ہو کہ حدیث رسول اللہ دین میں حجت نہیں۔ چونکہ منکرین حدیث کے ساتھ بحث کے دوران میں بعض مرتبہ ان کے ذہن کی افادہ کے لحاظ سے ایسی گفتگو کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ اسلئے اس طور سے بھی عرض کر دیا (۲۰ منہ)

کتاب اللہ موجود اور بالکل کافی ہے۔ آپ اس بیماری میں مزید تکلیف برداشت نہ فرمائیں۔ باقی یہ کہ سنت رسول اللہ یعنی آپ کے اقوال و افعال اور آپ کے ارشاد فرمودہ اور وہ نواہی بھی دین میں حجت ہیں۔ اور مسلمانوں کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ ان کی پوری پوری پابندی کریں تو کتاب اللہ ہی سے ثابت ہے۔ اور حسب کتاب اللہ کا مطلب یہ ہوا کہ حضور! آپ کے ارشادات کو دین سمجھنے کے لئے اب ہمیں کسی اور تحریر اور تاکید کی ضرورت نہیں۔ کتاب اللہ ہی سے یہ مقصد حاصل ہے۔ وہاں سے ہم سمجھ گئے ہیں۔ کہ جو بچہ آپ نے فرمایا کہ اس کا کرنا اور جس سے آپ نے روکا کہ یہ نہ کر واس سے رک جانا ضروری اور جزر ایمان ہے۔ ہماری اس تشریح کے مطابق یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حسب کتاب اللہ اگر حضرت فاروق اعظم نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو رد نہیں فرمایا۔ اور نہ یہ مقصد تھا کہ آپ کا لکھوانا جب ہمارے لئے حجت نہیں تو آپ کیوں بے کلمہ کھنا چاہتے ہیں دفعہ باللہ من ذلک۔ بلکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے تسلی دینے کی کوشش کی۔ کہ حضور! آپ تو اس لئے لکھواتے ہیں کہ ہم پر آپ کے حکم کا ماننا حجت ہو جائے اور ہم لکھو گئے

سے سمجھیں کہ سنت کی پیروی ضروری ہے۔ حالانکہ لکھوانا کوئی ضروری نہیں۔ آپ نہ بھی لکھوائیں، آپ کا ارشاد تحریری طور پر ہمارے پاس موجود نہ بھی ہو، تب بھی ہم اسے مانیں گے۔ اور ضروری مانیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب نے جب اللہ کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری واجب کر رکھی ہے۔ اور اس کے نقش قدم پر چلنے کو محبت خداوندی کا واحد ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور اس کے لئے ہونے فیصلہ کو بلا چون و چرا تسلیم کرنا ایمان داری کی نشانی اور قطعی معیار بتایا ہے، تو پھر ہم مجبور ہیں کہ جب اس کتاب کو مانتے ہیں، تو صاحب کتاب کی سنت کو بھی ضرور تسلیم کریں گے۔ لہذا اس مقصد کے لئے لکھوانے کی حاجت نہیں، بلکہ حسب کتاب اللہ اس کے بعد قرظہ والی روایت کے بارے میں بھی خدا تفصیل کے ساتھ عرض کرے گا اور ادا ہے۔ آپ نے جو روایت نقل کی ہے۔ وہ برحق صاحب نے اپنی کتاب ”دوا سلام“ میں اپنے اسی مقصد کے لئے ذکر کر دی ہے۔ مگر حسب عادت برحق صاحب نے اس روایت میں تھوڑا سا دیکن نہایت مضر تصرف کر دیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ کی اسی روایت میں جو حافظ ابن عبد البر کی کتاب جامع بیان العلم میں بھی موجود ہے جعفر قرظہ کو حضرت فاروق اعظمؓ نے جو کچھ فرمایا تھا۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں :-

۱۔ مندرج بالا توضیح کو اگر آپ اچھی طرح سمجھیں تو یہ حقیقت خود بخود کھل جائیگی، کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے یہ فرما کر منکرین حدیث کی بالکل جڑ کاٹ ڈالی۔ منکرین حدیث تو سارا زور با استدلال اس پر لگاتے ہیں کہ چونکہ رسول اللہ نے احادیث خود لکھوائیں نہیں اس لئے احادیث حجت نہیں۔ اور اس روایت سے ثابت ہوا کہ حضور نے لکھوانا چاہا، تاکہ لکھی چیز موجود ہو تو منکرین حدیث یہ نہ کہہ سکیں کہ اگر آپ کے ہاں حدیث کی کوئی اہمیت ہو تو تو لکھوائیے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا، کہ حضور! صرف کسی چیز کا لکھوانا تو واحد دلیل نہیں کہ وہ چیز اہم ہے۔ آپ کا کوئی ارشاد لکھوایا ہوا نہ بھی ہو تب بھی پہلے سے دین سمجھیں گے۔ اور اس پر عمل کریں گے۔ کیونکہ اسکی حجت کیلئے کتاب اللہ بخود موجود ہے۔ اور وہ بار بار یہ حقیقت بتا رہی ہے کہ رسول اللہ کے اقوال و اعمال کو دین میں حجت سمجھو۔ وہ علم نجات اور معیار ایمان و اسلام ہیں۔ اس نکتہ پر اچھی طرح غور کر دیا جائے تو حجت سی سمجھیں۔ اور چونکہ ۱۴ (دس)

فلا تصدوهم بالاحادیث رسول اللہ کی حدیثوں کو بیان
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلتشغلوهم
جودوا القرآن و قرآن کو اتنا ذکر کرتے چلے جائیو
أقلوا البها وایتہ عن اور رسول اللہ کے ہر غصوب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ کر کے حدیثوں کے بیان کرنے
وسلمہ (جامع ص ۲۳) میں لکھی گئی۔

قرطبی کی اس روایت میں اپنے فتنہ کو ظاہر کرتے
ہوئے حضرت فاروق اعظمؓ نے قطعی طور پر حدیثوں کی
روایت سے انکو منع نہیں کیا۔ بلکہ اقلوا البھا وایتہ عن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حدیثوں
کو کم بیان کیا کرو، کا حکم دیا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا
کہ انہوں نے بالکل روایت حدیث کی ممانعت فرمادی
اور اس لئے ممانعت کر دی کہ حدیث دین میں حجت نہیں۔
بلکہ سمجھنے والے اگر الفاظ کی پوری حقیقت پر غور کریں گے
تو وہ اس سے یقیناً یہ سمجھیں گے کہ حضرت فاروق اعظمؓ
حدیث رسول اللہ کو دین میں ایک حجت سمجھتے ہیں۔ اور وہ
حکم دیتے ہیں کہ تم کو بہت سے موقعوں پر پیش آمدہ مسائل کے
حل کرنے کے لئے احادیث کی ضرورت پڑیگی، اور تم اپنے مسلک
شرعی کے اعتبار سے یہ چاہو گے کہ احادیث کی اشاعت و
ترویج ہو۔ لوگ تم سے یہی توقع رکھیں گے کہ تم ان کو رسول اللہ
کی حدیثیں سنا دو۔ کیونکہ وہ ایک دینی حجت سمجھ کر اس سے
کام لینا چاہتے ہوں گے۔ اس لئے ضرورت کے موقع پر

حدیثوں کو بیان تو کیا کرو۔ لیکن یہ بیان کرنے کا حکم ایک
ضروری اور اہم شرط کے ساتھ مشروط ہے۔ دین میں
حدیث کی اہمیت اور بلند مقام یہ تھا تھا کہ اس کے احادیث
کے بارے میں پوری احتیاط سے کام لیا کرو۔ اور اس کو ایک
معمولی اور سرسری کام نہ سمجھا جائے۔ اس لئے بے تحاشا
کثرت روایت کی راہ اختیار نہ کی جائے۔ الفاظ پر غور کیجئے
لا تحذثوا نہیں فرمایا، بلکہ اقلوا البھا وایتہ فرمایا ہے۔

یہ جو کچھ عرض کر دیا ہے، یہ کوئی نئی توجیہ منکرین
حدیث کے اس نئے استدلال کے جواب میں اب نہیں
گھڑی جا رہی ہے، بلکہ حافظ ابن عبد البرؒ نے ہی ان روایتوں
کا تذکرہ کر کے سینکڑوں برس پہلے ہی توجیہ ذکر کر دی ہے۔
هذه ایدل علی حضرت عمرؓ کے مذکورہ بالا الفاظ
نہیمہ عن الاکثاسا یہ بتاتے ہیں کہ روایت حدیث
وامرہ بالاقلال من میں کثرت اور زیادتی کو روکنا
الہدایت عن رسول چاہتے تھے۔ اور اس کا حکم دے
اللہ صلی اللہ علیہ ہے تھے کہ روایت حدیث میں
وسلمہ ص ۲۳ لکھی کیا کرو۔

پھر آگے چل کر وہ لکھتے ہیں اہد بالکل سچ لکھتے ہیں کہ
ولو کلا الہ وایتہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
وذا مہا لہم عن کی حدیثوں کی روایت مطلقاً ان
الاقلال والاکثاسا کے نزدیک ناپسند ہونی اور اس
فعل کو وہ بالکل برا خیال کرتے
تو چاہتے تھے کہ روایت بیان

۱۵۔ براق صاحب نے ”دو اسلام“ میں حافظ ابن عبد البر کی کتاب ”جامع بیان العلم“ میں سے بہت سے اقوال ”تحریف حدیث“ کے
عنوان کے ذیل میں درج کئے ہیں۔ اگرچہ ان اقوال میں بھی حسب مطلب چھانٹ کیا ہے۔ اور سیاق و سباق سے قطع نظر کے کھٹو
لئے ہیں۔ مگر ہر حال اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ براق صاحب ابن عبد البر کے اقوال و روایات کو درست سمجھتے ہیں۔ اور اپنے دعویٰ کے اثبات کیلئے
اکا سہارا لیتے ہیں۔ مگر افسوس کہ براق صاحب نے اسی کتاب میں اقلوا البھا وایتہ کی یہ ساری توجیہات پڑھ لیں۔ مگر علمی خیانت کا یہ حال ہو کر سب کچھ منہمک کیا ہے۔
(مذہب)

<p>کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ اور کثرت روایت کے ساتھ بھول چوک اور غلطی کا اندیشہ تو ہوتا ہے۔ اور قلت روایت کی صورت میں یہ اندیشہ بہت بھید ہو۔</p>	<p>الجد من السهو والغلط الذی لا یومن مع الاکثار (جامع ص ۱۲۲)</p>	<p>کرنے میں زیادتی اور کسی دونوں سے لوگوں کو روک دیتے۔</p>	<p>باقی آثار سے کیوں منع کرتے تھے، اس کی اصل وجہ کی طرف ہم اشارہ کر بھی گئے۔ کہ دین میں حدیث رسول اللہ کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ اور اس کا ایک بند و برتر مقام ہے۔ اور روایت کرنے والوں پر روایت حدیث کے سلسلہ میں بہت سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ اور ہر حیثیت سے فہم و احتیاط سے کام لینا پڑتا ہے۔ اور ان عائد شدہ ذمہ داریوں سے عمدہ بنا ہونے کی توقع اور احتیاط کے تمام پلوؤں کی رعایت اسی طریقہ سے ممکن ہے کہ روایت میں آثار نہ ہو۔ قَلَمًا سَلِمَ مَكْتَنًا (زیادہ باتیں کرنے والے لغزش سے کم محفوظ رہ سکتے ہیں)</p>
<p>غلامد یہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد قطعاً یہ نہ تھا کہ بالکل لوگوں کو حدیثوں کی روایت سے روک دیا جائے۔ بلکہ وہ چاہتے تھے۔ کہ لوگ اپنا میان صرف انہی حدیثوں تک محدود رکھیں، جن کے متعلق انہیں پورا اطمینان ہو۔ کہ جو کچھ انہوں نے دیکھا یا سنا ہے وہی وہ بیان کر رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا۔ اس کی تائید ایک دوسری مشہور حدیث سے ہوتی ہے۔ صحیح بخاری میں ایک طویل حدیث ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے شہادت سے قبل آخری حج سے واپس آکر مدینہ منورہ میں منبر پر کھڑے ہو کر چند نہایت اہم اور ضروری مسائل پر سیر حاصل تبصرہ کرنا چاہا۔ لیکن ان مسائل و احادیث اور واقعات کو بیان کرنے سے پہلے حد و ثنا کے بعد فرمایا:</p>	<p>اما بعد فانی قائل لکم مقالۃ قد قدس لی لک اقولہا لادری لعلہا بین یدای اجلی فنف عقلہا ووعاھا فلیحدث بہا حیث انتہت بلہ سراحلتہ و من خشی ان لا</p>	<p>کثرت روایت سے ممانعت اور قلت روایت کا حکم حضرت عمرؓ نے اسی لئے دیا ہے کہ کثرت کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات کے شائبہ ہو جائے گا زیادہ اندیشہ تھا۔ نیز اس کا بھی خوف تھا کہ حدیثیں لوگوں کو اچھی طرح محفوظ نہ ہوں اور پورا پورا بھروسہ اپنی یاد پر نہ ہو، اس قسم کی حدیثوں کے بیان کرنے پر لوگ جری ہو جائیں گے۔</p>	<p>حافظ ابن عبد البرؒ بھی اسی وجہ کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کثرت روایت سے ممانعت اور قلت روایت کا حکم حضرت عمرؓ نے اسی لئے دیا ہے کہ کثرت کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط بات کے شائبہ ہو جائے گا زیادہ اندیشہ تھا۔ نیز اس کا بھی خوف تھا کہ حدیثیں لوگوں کو اچھی طرح محفوظ نہ ہوں اور پورا پورا بھروسہ اپنی یاد پر نہ ہو، اس قسم کی حدیثوں کے بیان کرنے پر لوگ جری ہو جائیں گے۔</p>
<p>حد و مصلوۃ کے بعد میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جو کچھ میرے لئے کہہ دینا مقدر ہو چکا ہو وہ کہہ دوں گا۔ اور شاید کہ یہ میری موت سے قبل میری آخری تقریر ہو۔ پس جو شخص اسے سمجھے اور اچھی طرح محفوظ کر سکے وہ تو اسے اس آخری حد تک پہنچا دے اور بیان کرے جہاں تک اسکی سواری پہنچ سکتی ہو۔</p>	<p>اور پھر آخر میں انہوں نے اپنے اس بیان کو ان الفاظ پر ختم کیا ہے:</p>	<p>روایت میں کمی کرنے والوں کیلئے ضبط و احتیاط کی توقع روایت میں کثرت کرنے والوں</p>	<p>ان ضبط من قلت روایت اکثر من ضبط المستکثر وھو</p>

يُفَاهِمَا فَلَا أَجَلَ
لَا حَسْبَ الْإِنْسَانِ
يَكُنْ مَبْعُوثًا

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)
(مجتبائی)

گر جسے یہ اندیشہ ہے کہ وہ پوری بات کو سمجھ گانہیں اور اسے اچھی طرح یاد نہ ہو تو وہ روایت نہ کرے۔ کیونکہ میں یہ بات کسی کے لئے جائز نہیں سمجھتا کہ اصل بات یاد کئے بغیر یونہی جھوٹ میری طرف منسوب کیا کرے۔

حافظ ابن عبد البر نے بھی اسی حدیث میں سے حضرت عمرؓ کے ان الفاظ کو پیش کرتے ہوئے پوچھا ہے کہ اگر حضرت عمرؓ کا وہی مسلک ہوتا جسے مخالفین حدیث ان کی طرف منسوب کرتے ہیں تو وہ لوگوں کو اس حدیث کے بیان کرنے کا جہاں تک سوادری پہنچ سکے وہاں تک پہنچانے کا حکم کیوں دیتے ہیں۔ (فلیحدث بہا) بلکہ ان کے آخری الفاظ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جن لوگوں کو اپنی یاد پر پورا اطمینان اور ہمدردی نہ ہو صرف انہی کو روکنا حضرت عمرؓ کا اصل مقصود ہے۔

حافظ ابن عبد البر کے اپنے الفاظ یہ ہیں :-

يُخْرِجُ مَعْنَاهَا
عَلَىٰ أَنْ مِّنْ شَكٍّ
فِي شَيْءٍ تَرَكَهُ وَ
مِنْ حِفْظٍ شَيْئًا
وَأَقْنَهُ جَائِزًا أَنْ
يُحَدِّثَ مِثْلَهُ وَأَنْ
الْأَكْثَارُ يَحْتَمِلُ الْإِنْسَانُ
عَلَىٰ التَّخَمُّرِ فِي أَنْ
يُحَدِّثَ بَلْ مَّا

حضرت عمرؓ کے ان الفاظ کا مطلب یہی نکالا جاسکتا ہے کہ جو شخص کسی حدیث کے بارے میں کچھ شک و شبہ رکھتا ہو تو وہ اسے جھوٹ سے روایت نہ کرے۔ اور جس شخص نے یاد کر لیا ہے اور اچھی طرح سے اسے محفوظ کر رکھا ہے تو اس کو یہ جائز ہے کہ وہ بیان کرتا ہے

سَمِعَ مِنْ جَدِّهِ
وَسَادِي وَغَثٍ
وَسَمِينٍ -
(ج ۲ صفحہ ۱۲۳)

اور یہ مطلب ہے کہ روایات میں کثرت بار کسی شخص کو اس بات پر آمادہ کر دیتی ہے کہ وہ جو کچھ صحیح غلط، برا بھلا سنے بلا سوچے سمجھے اسے بیان کر دے۔ (اسلئے حضرت عمرؓ نے اکتاد سے منع فرمایا)۔

حضرت عمرؓ نے روایت حدیث میں احتیاط اور پوری ذمہ داری کے احساس کا جو طریقہ پسند فرمایا تھا۔ عموماً تمام دوسرے صحابہ کرام بھی اس طریقہ احتیاط کو ضروری سمجھتے تھے۔ اور جب بھی وہ کوئی روایت بیان کرتے ان کے سامنے یہ بات ضروری ہوتی کہ یہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ جب تک اس کے تمام حدود و قیود کا پورا پورا خیال نہ رکھا جائے یہ جرات نہیں کرنی چاہئے۔ مشہور صحابی حضرت انسؓ سے حدیثوں کی بہت بڑی تعداد مروی ہے۔ کثرین صحابہ میں وہ دوسرے درجہ پر ہیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو پھر بھی ان سے یہ شکایت رہتی تھی کہ آپ روایت بہت کم بیان فرماتے ہیں۔ انہی شکایتوں کو سن کر آپ جواب میں لوگوں سے فرماتے :-

أَتَى لِيَمْنَعَنِي أَنْ أَحَدًا
يُحَدِّثُ كَثِيرًا أَنَّ النَّبِيَّ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ
عَلَىٰ كَذْبًا فَلْيَتَبَوَّأْ
مَقْعَدًا مِنَ النَّارِ
(طبرانی)

یہ من تعمد علی کذب کے الفاظ والی حدیث درجہ

رسول اللہ سے حدیثوں کو بکثرت بیان کرنے سے مجھے یہ بات مانع ہو رہی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا جو شخص قصداً مجھ پر جھوٹ باندھ کر مجھے منسوب کرے وہ اپنے لئے دوزخ کی آگ میں ٹھکانا بنا رہے۔

قوت کو پہنچی ہوئی ہے اور تمام صحابہ کرام اور بعد کے ائمہ حدیث کے سامنے ہر وقت رہتی تھی۔ نیز آپ نے فرمایا تھا، کھنی بالماء کذباً ان یجدوا شاکلاً ما سمیع کسی شخص کے جھوٹ کے لئے یہ کافی ہے کہ جو کچھ سنے اسے بیان کرنا چلا جائے۔“

الغرض اس مضمون کے ارشادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے عموماً صحابہ کرام میں روایت حدیث کی ذمہ داریاں راسخ ہو چکی تھیں۔ اور اعلیٰ طہ کرنے میں وہ آخری حدود تک پہنچ چکے تھے۔ امام ابو جعفر طحاوی نے مشکل الآثار میں پسند متصل ایک واقعہ درج کیا ہے کہ کسی مجلس میں ایک صاحب بے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے ایک حدیث بیان کی۔ مجلس میں حضرت مالک بن عبادہ صحابی بھی موجود تھے آپ نے فرمایا کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم عهد الینا فی حجة الوداع فقال علیکم بالقراءات و انکم ستدرجعون الی قوم یشہون الحدیث عنی فممن عقل شیئاً فلا یجد شاکلاً و من افتری علی فلیتبوأ بیئاً او مقعداً فی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم مسلمانوں کو آخری حج میں یہ تاکید ہی حکم دیکر پابند کیا، اور فرمایا، کہ قرآن مجید کو مضبوطی کے ساتھ تمام لو۔ عنقریب تم ایسے لوگوں کے پاس پہنچو گے جو چاہیں گے کہ میری حدیثیں ان کے سامنے بیان ہوں۔ پس جس کسی نے مجھ سے کوئی بات اچھی طرح سمجھ لی ہے تو اسے چاہئے کہ وہ بیان کرتا جائے۔ اور جو قصداً

میری طرف جھوٹ منسوب کر کے کچھ بیان کر لیا تو وہ اپنے لئے جہنم میں ٹھکانا، یا گھر، بناؤ۔

اس واقعہ کو سامنے رکھتے۔ پھر حضرت ابو جحش کا جو تعامل تھا، اور آپ نے زمانہ خلافت میں روایت احادیث کے بارے میں جو کچھ طریقہ اختیار کیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روایت احادیث کے سلسلہ میں جو کچھ مختلف موقعوں پر فرمایا اور کیا، ان سب سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان حضرات کے سامنے یہ بات پیش نظر تھی کہ بیان کرنے والوں کو اپنی ذمہ داریوں کا پورا پورا احساس ہو۔ اور وہ کسی موقع پر اور کسی صورت میں، حزم و احتیاط کو اپنے ہاتھ سے جانے بد دیں۔ آپ دو کہیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وداعی وصیت کے الفاظ میں، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارشاد و فرامین کے الفاظ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن الفاظ کیساتھ لوگوں کو حکم دیا کرتے تھے ان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس سلسلہ میں دار و گیر اور غیر معمولی سختیوں اور احتیاط پسندی ہی کا نتیجہ تھا کہ جب بڑے بڑے صحابہ میں کامل اطمینان کے بغیر حدیثوں کی روایت کرنے کی ہمت باقی نہیں رہی تھی، تو دوسروں کے لئے جسارت کا موقع ہی کیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ حضرت امیر معاویہؓ اپنی حکومت کے زمانہ میں لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ:

علیکم من الحدیث بما کان فی شہد عمر فانہ قد اخاف الناس فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (تذکرۃ الفاظ حدیث)

لوگو! انہی حدیثوں کو قبول کرو جیسا کہ ان میں شہد عمر کا تھا۔ کیونکہ رسول اللہ کی طرف منسوب کر کے حدیثیں بیان کرنے پر حضرت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو ڈرایا اور دھمکایا تھا۔

اس ساری تفصیل سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے۔

یورپ میں مذہبی احساس بیدار ہو رہا ہے

(لوٹرا پول (انگلینڈ) سے ایک مکتوب)

کیسا تھا اس بات کے گرے خواہشمند ہیں کہ انکی آئندہ اولاد بھی ایسی ہی بے عقیدہ نہ بنے۔ وہ چاہتے ہیں کہ ان کے بچے پختہ و صحت مند، مذہبی تعلیم کی بنیاد پر پروان پڑھیں تاکہ سوسائٹی کے موجودہ انتہائی اخلاقی انتشار میں نہ جھوٹے جاسکیں۔

چرچ کے اس کن موصوف نے اپنے مضمون میں معاشرے کی اخلاقی گراؤٹ اور بے راہ روی کا درد کیساتھ جائزہ لیا جو

خدا کی طرف لوٹو! ایسی ایسی امریکہ سے ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ جس کا نام ہے، *Return to God*، مصنفہ *Dr. Mary McGarry Morley*۔ اس کتاب کے مصنف سابق امریکی

وزارت داخلہ کے ایک رکن اور امریکہ میں *Back to God*

تحریک کے بانی ہیں۔ اس کتاب کی

مقبولیت کا یہ عالم ہو کہ پہلی اشاعت میں اسکی ۴۰۰۰۰ جلدیں

فروخت ہوئی ہیں۔ انگلیٹ کے اخبار *ٹائمز* نے اس کتاب کو اپنی

روزانہ اشاعتوں میں قسط وار شائع کیا ہے۔ اس میں مصنفہ نفسیاتی

حیثیت سے زمانہ حاضر کے انسان کی امن و راحت خالی زندگی اور

اسے انتہائی سبب کی تفصیلی جائزہ لیکر نہایت پر امن اور سائنٹفک

انداز میں لوگوں کو مذہب اور اسکی تعلیم کی طرف متوجہ ہر مکی دعوت

دی ہے۔ اور قوی اور زور دار دلائل سے ثابت کیا ہے کہ امت اور لوگوں کا

سرخوشہ خاک کیساتھ عقیدہ اور اسکی تباہی ہوئی ہدایات زندگی پر عمل کرنا ہے۔

ماتہ سائنس مصنفہ وہ سادہ و سہل ہدایات و عملی اصول بیان کئے

ہیں جن کو اختیار کرنے سے ایک شخص اپنی زندگی میں حقیقی امداد و امن

و راحت حاصل کر سکتا ہے۔ یہ *Return to God*

تحریک انگلیٹ میں بھی آہستہ آہستہ جماعتی

شکل اختیار کر چکی ہے۔ ۱۹۳۵ء میں اس کے ایک مشہور نوجوان امریکی

رکن نے گزشتہ سال آکرن میں پائٹ پابک میں کئی ہزار پر

یورپ کے حالات کے سلسلے میں اس دفعہ میں آپ کو زندگی کے

سماجی میدان میں اہل مغرب کی فکری و عملی گمراہیوں اور سوسائٹیوں

میں ان سے پیدا شدہ اثرات و حالات کی تازہ شکل کا ایک رخ

دکھانے کے لئے چند دلچسپ واقعات پیش کرتا ہوں۔

غلطی کا احساس : مرگزشتہ صدی کے دوران میں اہل مغرب

نے مذہب اور اسکی قائم کردہ اخلاقی اقدار حیات سے باغیانہ

فرار کر کے زندگی کی جواز اور بے لگام راہ اختیار کی اس کے

اثرات و نتائج نے آج انکی سوسائٹیوں کو بے اصول بے عقیدہ

اور بوجے و *INVALE* انسانوں کے ایسے پراقتدار گردہ میں تبدیل

کر دیا ہے جنکی زندگی ظاہر و باطن دونوں میں روز افزوں بے امن

بیحدہ *CONFUSED* اور فاسد ہوتی جا رہی ہے۔ اور یہ صورت

حال اب اس دور میں ہے کہ اس کا مفکر اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ

سخت پریشان ہے۔ اور اس عظیم غلطی کا تیری کیساتھ گردہ ہے جو مذہب

کے پرچہ پھیر کر انہوں کی حتی کہ عوام میں بھی با شعور و سنجیدہ مزاج

لوگ اپنی سوسائٹی کی گمراہی بے راہ روی کو محسوس کر رہے ہیں۔ اور

جب بھی ان سے مذہب و اخلاق کے مسئلہ پر سنجیدگی سے گفتگو

کی جائے اکثر اس تلخ حقیقت پریشانی و افسردگی کا اظہار کرتے

ہیں۔ کہ وہ کوئی پختہ، صحت مند اور حیات بخش اصول عقائد

نہیں دیکھتے۔ انکی سماجی زندگی چل نہیں رہا ہے۔ حال ہی میں

پیرج آف انگلیٹ کے ایک مغز مبر اور صحافتی اخبار *ٹائمز* کے ایک مضمون لکھا کہ ہر

تیرے پاس بیشمار ایسے غلطو ط آتے ہیں جن میں والدین اپنی

بچوں کی تعلیم کے متعلق چرچ سے مشورہ اور رائے طلب کرتے ہیں بیشتر

خاندان اس مسئلے کے بارے میں پریشان ہیں کہ وہ اپنی اور اولاد کو

کیسی تعلیم دیں۔ ان کو اس بات کا اعتراف واقفوس ہو کہ وہ خود کو فی

مفبوط غیالات و مذہبی عقائد نہیں رکھتے۔ لیکن وہ خود غافل

مشتمل لوگوں کے ایک اجتماع کو خطاب کیا اور حال ہی میں اس نے پوربیت سے مقامات پر تقریریں کیں۔

سائنسی انسانیت کی تبلیغ: سر واما کا عرصہ ہوا۔

بی بی سی لندن نے ہوم سروس میں بچوں کی تعلیم و تربیت کے موضوع پر سلسلہ تقاریر کا ایک پروگرام نشر کیا۔ یہ تقاریر ایبرڈین یونیورسٹی کی ایک علم نفسیات کی پروفیسر سنرناٹھ

تھوچنگ نے گفتگو کی شکل میں کیں۔ ان

میں موجودہ زمانے کے بچوں کی تعلیم و تربیت پر اپنے خیالات

و تعلیمات کا اظہار کرتے ہوئے اس معاملے میں مذہب کی

اہمیت اور اس کی تعلیم کی ضرورت پر ایک عجیب انداز سے

تبصرہ کیا گیا تھا۔ سنرناٹھ نے کہا:

موجودہ زمانے سے پراقتدار و فساد زدہ ماحول میں

بچوں کو کسی نہ کسی سخت عقیدے کی تعلیم دینا ضروری ہے جو

کشش میں ایک داخلی قوت کی حیثیت رکھ سکے۔ لیکن

چونکہ آجکل بہت سے لوگ خدا پر عقیدہ نہیں رکھتے اس لئے

بچوں کو خدا کا تصور دلاتے ہوئے ہمیں یہ کہنا چاہئے کہ بعض

لوگ خدا کو مانتے ہیں، بعض نہیں۔ وہ جب بالغ ہوں تو خود اپنی

ماننے قائم کریں۔ جیسے بچے کے ذہن میں کوئی ایسی بات نہیں

دلائی جاتی جس پر ہم خود یقین رکھتے۔ آج عیسائی عقیدہ

Christian faith پر بہت سے لوگ ایمان

نہیں رکھتے۔ اس لئے ہمیں بچوں کو بائبل اس طرح پڑھانی چاہئے

جیسے جن پروں کے قصے اور کہانیاں Fairy Tales

And Legends پڑھائی جاتی ہیں۔ بائبل پرانی

کہانیوں کا ایک مجموعہ ہی معلوم دیتی ہے۔ اور اس کی صحت

پر لوگوں کو یقین نہیں ہے۔ ہمیں بچوں پر یہ بات صاف ظاہر

کرنی چاہئے کہ ان قصوں کی صحت مشکوک ہے۔ مگر ساتھ ہی

ساتھ بچے کو دور حاضر کے ہمہ گیر اخلاقی انحصار کے تاثرات سے

بچانے کیلئے ہمیں اُسے سائنسی انسانیت سمجھنا چاہئے۔

سائنس کی تعلیم دینی چاہئے تاکہ وہ ایک پرامن

اور اچھے اور پابند نظم شہری کی طرح اپنی زندگی کو پُر امن چڑھائے

اور چلانے کے قابل ہو سکے۔ انسان کے ذہنی خیالات و عقائد اپنے بغیر

بھی بااخلاق زندگی کا پابند بنایا جاسکتا ہے۔ اور آج ہمیں اپنی

آئندہ نسلوں اور موجودہ اٹھتی ہوئی پاد کو ایک پرامن و خوش

حال زندگی عطا کرنے کیلئے انھیں سائنسی انسانیت کی تعلیم

دینے کی اشد ضرورت ہے۔

ہنگامہ احتجاج: سنرناٹھ کی تقاریر جن کا میں نے

اوپر غلامہ پیش کیا ہے، کا نشر ہونا تھا کہ انگلینڈ کے صدر پریس

میں ایک ہنگامہ اختلاف اٹھے اور بحث و مباحثہ شروع ہو گیا۔ بعض

اخبارات نے شدید نکتہ چینی کی۔ عوام نے براہ راست اور بالواسطہ

(اخبارات کے ذریعے) بی بی سی پر ایک تہ بول دیا۔ اور مطالبہ کیا کہ

اس سلسلہ تقاریر کا نشر یہ فوراً بند کیا جائے۔ یہ کیا دہرہ بھلا یا جا

رہا ہے۔ سنرناٹھ کے خیالات و نظریات بلکہ انکی شخصیت پر بھی

نکتہ چینی کی گئی۔ مذہب گالیاں دی گئیں:

• سنرناٹھ ایک جاہل اور قیافہ خیالات کی عورت ہے۔

• سنرناٹھ غیر شادی شدہ دیا ہے اولاد اور کافر و منافق

• ٹونی سی نے ایسی کم عقل عورت کا اس پر پروگرام کیلئے انتخاب

کر کے حماقت کا ثبوت دیا ہے۔

• ہم سائنسی انسانیت

• *Scientific Humanism* اور بے غلامیت کے ثمرات اچھی طرح

سمجھ چکے ہیں۔ سنرناٹھ حالات حاضرہ سے بے برہ ہے

اس کے خیالات بہرہ ور ہیں۔

• سنرناٹھ نے نہایت چالاک و کاردی سے اپنے علم نفسی

کا رعب جمار عقیدہ خدا کے خلاف تبلیغ کی ہے۔ اسے بچوں

کی تعلیم و تربیت کے متعلق کچھ علم نہیں۔

مذہب عروم اخلاق *Moral and Religion*
 کا تعلیم نہ رہی و انسانیت کش ہے۔ بی بی سی کا جواب ہے
 کہ مسز نائیٹ جیسی بے عقیدہ عورت کو ہوم سروس
 کیلئے کیوں منتخب کیا گیا؟

— غرضیکہ تعلیم یافتہ اور باشعور طبقہ خصوصاً با
 اولاد لوگوں نے مسز نائیٹ اسی بی بی سی کی خوب خبر لی۔ اخبارات
 نے ایڈیٹوریل لکھے۔ ایک اخبار میں ایک کارٹون نظر آیا جس میں
 مکروہ حالت میں ایک سچ شرا کے انتظار میں ایک مجرم اور اسکی
 ماں کو دکھایا گیا۔ مجرم کی ماں سچ سے پریشانی کے عالم میں یوں غصہ
 لیکن عالی جاہ! میں نے اپنے کو سائنسی انسانیت

بہترین اصولوں پر پروان چڑھایا ہے۔ (Best my Land)
*I had brought him up on the
 best Principles of Science*
 یہ کارٹون سائنسی انسانیت اور مسز نائیٹ کے خیالات
 و نظریات پر ایک بہت اچھا طنز تھا۔

بی بی سی کی توبہ: درحواں اخبارات کا نکتہ چینی کے علاوہ
 آج آف انگلینڈ بھی حرکت میں آیا۔ کوہ فیضی کے پوپ نے ایک مسز
 میں مسز نائیٹ کے بائبل پر حقوں کی شدید مذمت کی۔ لیکن اس سارے
 ہنگامے کے برعکس بعض لوگوں نے مسز نائیٹ کی ترقی پسندی کی کہ
 اس نے جرات کے ساتھ سوسائٹی کے عقائد و خیالات کی اصل
 حالت کی نقاب کشائی کی۔ وہ سچ کے قریب اور عیسائی عقائد
 کے کھوکھلے پن کو بیباکی سے ظاہر کرنا۔ خیر اس سارے ہنگامہ
 (Moral and Religion) کا اختتام ہوا کہ بی بی سی کو دوبارہ
 ایک پروگرام نشر کرنا پڑا۔ جس میں ایک خشر کی بیگم صاحبہ نے
 مسز نائیٹ کے جواب میں مورتی لاکھ سے مذہب کی بنیاد پر
 تعمیر اخلاق اور تعلیم و تربیت کے موضوع پر گفتگو کی۔ اور وہ مسز
 نائیٹ پر کافی حاوی رہی۔

..... خدا یا دیا: ہر اس بحث مباحثہ کے چند ہی روز
 بعد لندن میں سیاہ دھند *Black Fog* کے چھا جانے کا وہ
 واقعہ پیش آیا۔ جس کا ذکر آیا آپ نے بھی اخبارات میں پڑھا ہو۔ یہ
 جنوری کے وسط کا واقعہ ہے۔ ایک روز یکا یک لندن پر عین
 دن کے وقت ایک آندھی کی وجہ سے پندرہ بیس منٹ کے لئے
 مکمل اندھیرا چھا گیا۔ اس قیامت خیز اندھیرے سے ایسا خوف و
 ہراس پھیلنا کہ بہت سے لوگ بچھڑ گئے۔ ٹریفک ایک دم رگ گئی
 پندرہ سے دس گھنٹوں اور مکانات کی کھڑکیوں سے جاگڑتے لوگ تیر
 و خوف کے ساتھ پناہ لینے کیلئے ادھر ادھر دھڑے۔ بی بی سی کے
 محکمہ موسمیات میں ٹیلیفون پر کئی لوگوں نے رٹھراتی ہوتی زبان
 میں پوچھا کہ کیا یہ دنیا کا خاتمہ ہے؟ بعض عورتیں اپنے بچوں کے
 ساتھ جھکی ہوئی حالت میں دعاگو ہوتی دیکھی گئیں۔ اور ایک
 بارش شخص ایک شرک پر روتا ہوا چلا رہا تھا۔ *Gods*
The Lord کو دنیا کا خاتمہ آگیا۔ گویا کہ چند ہی
 گھنٹوں میں لوگوں کو خدا یاد آگیا۔ اور انہوں نے اس کی عظمت و

بے پناہ قوت کو محسوس کیا۔ اس موقع پر اخبارات کی بی بی سی نے
 اپنے ادارے میں مسز نائیٹ اور اس کے ہم عقیدہ لوگوں، جو خدا کے
 وجود میں شک رکھتے ہیں کے خیالات پر دوبارہ ایک مختصر مگر جامع
 تبصرہ کیا۔
 بچوں کی تعلیم و تربیت اور سزا: بچوں کی تعلیم و تربیت
 پر گفتگو چل نکلی ہے تو کچھ اور حالات بھی سنئے، جن سے یورپ
 کے معاشرتی تجربات اور ان سے پیدا شدہ فساد پر کافی روشنی
 پڑتی ہے۔ انگلینڈ اور یورپ کے بعض ممالک میں سکولوں میں
 بچوں کو بید لگانا یا جسمانی سزا دینا ممنوع ہے۔ اس مسئلے سے
 اچھے خاصے مزید مسائل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ سکولوں کے
 فکٹین، ہیڈ ماسٹر اساتذہ کو ڈسپلن قائم رکھنے میں۔ جاپان
 کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اساتذہ بعض اوقات مجبور ہوتے ہیں

کہ کسی شریر بچے کو نہ مت کرے یا کسی دوسرے تعلیمی کردار کو سنو۔ کہے گئے ہیں یا تھپڑ کا استعمال کریں۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتے، خواہ کلاس ان کے ساتھ مذاق اور چہر چھاڑ سے بھی باز نہ آئے۔ اور گرتنگ اگر غصے میں کہیں وہ یہ غلطی نہ بیٹھیں تو شاگرد والدین انھیں آسانی سے عدالت میں پہنچا سکتے ہیں۔ کیونکہ بچے کو تھپڑ اگرچہ ایک ہی پڑا ہو، لیکن وہ گھر جاکر ایسا ظاہر کرے گا جیسے اسے مار ہی ڈالا گیا ہے۔ دو چار ایسے دلچسپ واقعات اور مقدمات کی روداد میری نظروں سے بھی گزری ہے۔ دو مرتبہ دو استانیوں جب ایسے ہی معاملات میں پھنسیں تو انھوں نے بھی خوب استغفال اور جانفشانی کے ساتھ مقدمہ لڑا۔ اور پرزور استدلال سے یہ ثابت کیا کہ انھیں یہ حق حاصل ہے کہ وقت ضرورت وہ بچے کو جسمانی سزا دیں۔ ورنہ کلاس میں ان کا کوئی عزت و احترام نہیں ہوتا۔ اس مسئلے پر اکثر اخبارات میں نزاعی رد (controversial) مضامین اور شخصی آزاد اور واقعات شائع ہوتے رہتے ہیں۔ اور آؤ کار اس تجربے کے ناخوشگوار نتائج دیکھ کر بیشتر لوگ یہی فیصلہ کرتے ہیں کہ سکول میں بچوں اور لڑکوں کو جسمانی سزا نہ دینے کا سسٹم بہت ہی مفرت راسخ ہے۔ سوڈن میں بھی میں نے اکثر لوگوں کو اس کی مخالفت کرتا ہوا پایا۔ بچوں کو اسکول میں چونکہ کسی سزا کا خوف ہوتا ہے اور نہ ہی والدین کچھ خاص کٹھن کرتے ہیں۔ اس لئے زمانہ حاضری کی نئی پوداوارہ اور خود سر ہوتی جا رہی ہے۔ انفرادی آزادی (individualism) کے بعض انتہا پسند علمبردار تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جو باتیں بھی اپنے بچوں پر ظلم کرتی ہوئی پائی جائیں ان کو قانونی طور پر سزا دی جانی چاہیے۔ نفسیات کے ان بوجھ بھکڑ "ماہرین" کے نزدیک بچے کو جسمانی سزا دینے کو

اسکی شخصیت کی نشوونما اور ارتقاء میں رکاوٹ اور کجروی پیدا ہوتی ہے۔ ان کے خیال میں بچہ ایک آزاد اور نازک پودے کی مانند ہے۔ اسے آزاد اور کھلی فضا میں پرویش پائے دینا چاہئے۔ لیکن ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا، میان کی پولیس کے محکمہ تحقیقات جرائم نے ایک اخباری رپورٹ میں گزشتہ سال کی تعداد و قتار جرائم پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ کم عمری اور نوجوانی میں جرائم کا ارتکاب کرنے والوں میں اکثریت ان لڑکوں کی ہوتی ہے جو سکولوں میں تعلیم چھوڑ کر بھاگ اٹھتے ہیں۔ اور جن کے والدین کا ان پر کوئی کنٹرول نہیں ہوتا۔ برطانیہ کی ایک کونٹری (کونٹری)

میں آٹھ لاکھوں کی ایک جماعت نے جان ہی میں ایک ہزار بچوں کے گھریلو حالات اور تعلیم و تربیت کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ دیا ہے کہ جو ہمارا اور اعلیٰ اخلاق کے بچے عموماً ان گھروں سے آتے ہیں، جہاں والدین باقاعدگی سے چرچ جاتے تھے ہوتے ہیں۔ اور اپنے بچوں کی مصروفیات و تربیت پر خاص نظر رکھتے ہیں۔ اور وقت ضرورت ان کو پھٹتے بھی ہیں۔ غرضیکہ ایسے اکثر واقعات و حالات سے آج یہ لوگ اس نتیجہ پر پہنچ رہے ہیں کہ:

ڈیڈ سے کام نہ لو گے تو بچے کو بگاڑ دو گے۔
Spoil the race.
and you spoil the child.

یورپ کے "داناؤں" کو اصل میں اپنی ذہنی برتری کا بہت احساس ہے۔ مائٹس کے

بہت اچھی اور معمول زندگی گذارنی ہیں۔ اس لڑکی کا نام "سندھیل" ہے۔ اداگریزی زبان میں یہ لفظ کسی بچے کی خستہ حالت کے بیان میں تشبیہ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا پوٹ میں مصنف نے پوری بلیا کی اور جرات سے سوسائٹی کے ان معاشرتی حالات سے پردہ اٹھا یا ہے جن میں کہ برطانیہ کے ہزاروں بچے اس وقت پرورش پاتے ہیں کیونکہ اکثر لوگ اس نام خیالی میں بھی مبتلا ہیں کہ ان کے بچوں کا معیار زندگی پہلے سے بہت اونچا ہے۔ اور ان سے پہلے سے کہیں زیادہ اچھا سلوک کیا جاتا ہے، اس لئے مختلف صاحب اولاد خاندانوں کے متعلق لطفہ مشاہدات اور محکمہ حفظان صحت بچہ دہ کے افسروں اور کئی بچوں سے علیحدہ علیحدہ ملاقاتوں کو تفصیل کیساتھ پیش کیا۔ اس کے انٹائے کے مطابق برطانیہ میں اس وقت کوئی بیس ہزار سے زائد بچے ایسے ہیں جن کی پرورش خستہ و نالغہ گوار حالات میں ہو رہی ہے۔ اور اس صورت حال کی وجوہات بیشتر معاشرتی ہیں، معاشرتی نہیں۔ اسکی دو بنیادی اشکال ہیں۔ پہلی جھمن پر مائیں بچوں کی پوری طرح دیکھ بھال نہیں کر سکتیں کیونکہ ان کی اپنی بہت سی مصروفیات کی وجہ سے ان کے پاس کافی وقت نہیں بچتا، یا یہ کہ بچوں کی غذا زیادہ ہوجاتی ہے۔ اور ایک ماں سب کی پرورش نہ اچھی طرح نبھانے سے قاصر ہے۔ بعض دوسرے خاندانوں میں یہ دیکھا گیا ہے کہ والدین خود ہی اپنے بچوں کو پسند نہیں کرتے اور اسلئے انکی پرورش کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دیتے۔ ایسے لوگوں پر عموماً وہ نوجوان جوڑے شتمل ہوتے ہیں جن کے لئے بچے انکی مشترکہ مسرت و آنا دی میں ایک مصیبت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان حالات کے تحت برطانیہ کے تیس ہزار بچے ہر سال

Royal Society for the prevention of cruelty
to children
کے سپرد کئے جاتے ہیں۔ یا یہ سوسائٹی خود ذمہ داری نہیں سنبھال سکتی
میں سے آتی ہے۔ اور ان کی ماؤں کو

کے جیل خناسکوں میں قانون سازینے کے لئے بھیج دیا جاتا ہے۔ وہ وقت خاصا دردناک ہوتا ہے جب مذکورہ سوسائٹی کے کلڈکن ایک بچے کو اپنی ماں سے جدا کرنے کیلئے آتے ہیں۔ اس سوسائٹی کی خبر گیری میں بیشتر بچے اپنی ماں کی گود میں جانے کیلئے ترستے ہیں۔ بعض والدین خود ہی برائے ساری کر کے اپنے بچے یا بچوں کو سوسائٹی کے سپرد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

پوٹ کے مصنف نے ایک دفعہ ایک لکھی میں ایک بچے کو خستہ و غموم حالت میں بیٹھا ہوا پایا تو اس سے محبت بھرے انداز میں گفتگو کی اور اس کے چند سوالات کئے۔ جواب میں لڑکے نے اس کے درخواست کی کہ وہ اسکو اپنے ساتھ کہیں لے چلے کیونکہ اسکی اتنی کٹر گھر سے باہر مشغول رہتی ہے۔ اور اتنا اسے پسند نہیں کرتے ہیں۔ اس لئے وہ ہمیشہ اداس اداس رہتا ہے۔

اکثر مائیں جو دفاتروں یا کارخانوں میں کام کرتی ہیں۔ صبح اپنے بچوں کو کسی چھائے کے ہاں چھوڑ جاتی ہیں۔ کچھ دیر کیلئے تو بچے ان کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ لیکن اس کے بعد سارا دن ماں کی شکل دیکھنے کے منتظر رہتے ہیں۔ شام کو فیکٹری کے کام کاج سے تھکی ہوئی ماں جب واپس لوٹتی ہے تو بچہ اسی بات کا خواہاں ہوتا ہے کہ وہ اس سے کھیلے اور پیار کرے۔ لیکن ماں کو ابھی کھانا پکانے یا دیگر گھریلو کاموں کی طرف توجہ دینی ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ کہ بچے کی خبر گیری و پرورش پر ہی طرح متاثر ہوتی ہے۔ برطانیہ میں دفاتروں اور کارخانوں و کالوں میں کام کرنے والی عورتوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ آج مائیں کی آبادی کی اٹھارہ فیصد ہی عورتیں بیرون خانہ معاشی جدوجہد میں حصہ لے رہی ہیں جنگ عظیم پہلے ہی تعداد صرف آٹھ نو فیصد ہی تھی۔ ان روز افزوں معاشرتی تبدیلیوں کا یقیناً اندرون خانہ زندگی پر بھی اثر پڑتا ہے۔ عورتیں کھانے پکانے اور بچوں کی پرورش کرنے کی بجائے دفاتروں میں کام کرنے میں زیادہ توجہ صرف کرتی ہیں۔ اور سوشل ولفیئر

فضیلت صحابہ پرستہا و زیدانی

اصح و ستائش اور ستائیا قرآنی

سلسلہ اشاعت

حال پر توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر بہت ہی شفیق اور مہربان ہو۔

ساحیم
(سورۃ توبہ)

صحابہ پر حال میں اللہ کے فرمانبردار رہیں گے

یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انکو دنیا میں فی الارض اقاموا الصلوٰۃ حکومت دیدیں تو یہ لوگ خود بھی نماز والو الذکوٰۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر واللبس عاقبۃ الامور۔

الذین ان مکنا ہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ والذکوٰۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر واللبس عاقبۃ الامور۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ پر سکینت نازل فرمائی

لقد راضی اللہ عن المؤمنین اذ بیایعونک جبکہ یہ لوگ آپ کے دعوے کی نیچے بیعت کرتے تھے۔ اللہ کو وہ بھی معلوم تھا اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے انکے قلب میں اطمینان پیدا کر دیا، درانکو گئے ہاتھ فتح دیدی۔ (سورۃ فتح)

لقد راضی اللہ عن المؤمنین اذ بیایعونک تحت الشجرۃ فحلہم ما فی قلوبہم فانزل السکینۃ علیہم واثابہم فتحا قریباً۔ (سورۃ فتح)

صحی ابہ ایمان کے سچے ہیں

ان حاجت مند مہاجرین کا باغض من حق من دیارہم واموالہم یتجوئے جو اپنے گھر و ملک اور اپنی دولتیں و اثاثہ چھوڑ کر اللہ و رسول کے لئے نکلے۔ اور اس ہجرت وہ اللہ وینصرون اللہ ورسولہ اولئک ہم الصادقون۔ (سورۃ تشر)

للفقراء المهاجرین الذین احجوا من دیارہم واموالہم یتجوئے اولئک ہم الصادقون۔ (سورۃ تشر)

صحابہ نے اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی

جو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کیے، بیعت کر رہے ہیں وہ آپ سے نہیں بلکہ خدا سے بیعت کر رہے ہیں۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔

ان الذین بیایعونک انما بیایعون اللہ یلہ فوقہم۔ (سورۃ فتح)

(ذالک مثلمہم فی التورۃ و مثلمہم فی الانجیل)

محمد رسول اللہ والذین معہ اشراء علی الکفار اس کی محبت یافتہ ہیں کافروں کے مقابلہ میں تیرے ہیں آپس میں مران ہیں سجدائے بیعتوں فضلاموں کے عطا طلبہ پانگو رکھیں گے کہ بھی رکوع کہتے ہیں بھی سجدہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں گئے ہیں انکی عبادت و عبادت کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ان اوصاف تورات و انجیل میں مذکور ہیں

محمد رسول اللہ والذین معہ اشراء علی الکفار اس کی محبت یافتہ ہیں کافروں کے مقابلہ میں تیرے ہیں آپس میں مران ہیں سجدائے بیعتوں فضلاموں کے عطا طلبہ پانگو رکھیں گے کہ بھی رکوع کہتے ہیں بھی سجدہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں گئے ہیں انکی عبادت و عبادت کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ان اوصاف تورات و انجیل میں مذکور ہیں

اللہ تعالیٰ صحابہ پر بہت ہی مہربان ہو

اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین و انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی ہی کی گئی وقت میں پیغمبر کا ہاتھ دیا بعد اس کے ان میں ایک گروہ کے دلوں میں کچھ نزلزل ہو چکا تھا۔ پھر اللہ نے انکے

لقد تاب اللہ علی النبی و للمهاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسراء من بعد ما کاد ینزع قلوب قریق منہم شرتاب علیہم اللہ بہم سرا و ف

کتاب بہترین رفیق ہے

پیغام حق :- حضرت مولانا ضور احمد صاحب بھٹی مرحوم کی اتنی موثر و لافانی تقریر، نہایت ہی پیرسٹل تبصرہ کیا گیا ہے۔ قیمت ۱/۴۱/-

تفسیر آیت مباہلہ :- شیعوں کے بڑے مخالف کا ازالہ۔ قیمت چار آنے ۱/۴۱/-

تفسیر آیت امامت :- مصنف مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی، قرآن مجید کی ان تمام آیات کی تفسیر میں امام آیا ہے۔ اور مسئلہ پر سیر حاصل ہے۔ قیمت چار آنے ۱/۴۱/-

کشف التلبیس حصہ دوم و سوم :- جس میں فضائل صحابہ و دیگر مسائل پر مکمل بحث کی گئی ہے۔ قیمت چار ۲/۱۰/-

تفسیر آیت میراث ارض :- آیت ولقد کتبنا فی الزبور سے خلفاء راشدین کی خلافت کا ثبوت۔ قیمت ۴/-

علمائے ہند کی شاندار ماضی :- کتاب کیا ہے مگر انسانی، دینی اور سیاسی، مسلمات کا بے برا ذخیرہ ہے۔ سرورق رنگین۔ مجلد قیمت ۶/۸۱/-

تفسیر آیت اولی الامر منکم :- شیعوں کے مخالف کا جواب۔ قیمت چار آنے ۱/۴۱/-

غلام احمد خیر :- اس کے پڑھنے سے کوئی محفولیت پسند انسان مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۱/-

خطبات مولانا آزاد :- مولانا آزاد کے خطبات جمعہ و عیدین قیمت ۱/۴۱/-

ابوالاعلیٰ کی تعلیم :- جس میں شیعہ کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی شخص محبت علیؑ اور پیر و کارا اہلیت نہیں بن سکتا جب تک مذہب اہل سنت اختیار نہ کرے۔ قیمت ۲/-

افکار آزاد :- مرتبہ مولانا محمد عثمان صاحب فاروقی ایڈیٹر زمزمہ قیمت چار ۲/۴۱/-

تفسیر آیت معیت :- مصنف مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی، آیت محمدیؐ رسول اللہ والذین معہ الخ کی تفسیر، حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان علیہم کا خلیفہ برحق ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت چار آنے ۱/۴۱/-

پتہ

مکتبہ حبیب الانصار و منیر رسالہ شمس اسلام واک خانہ شمس اسلام بھیرہ (پاکستان)